بناتِ رسولؐ کا تاریخی جائزہ

البتولؑ

فی وحدتِ

بنتِ رسولؐ

مؤلف

مبلغِ اسلام علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶
۹۲_۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حُسین ؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

البتولؑ

فی وحدۃ

بنت الرسولؐ

مؤلف

علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مبلغ اسلام

ناشر : اسلامیہ مشن پاکستان

۱- فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اس جہان میں ورود مسعود

پیش لفظ

میرا عقیدہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں وحدت فکر و عمل کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ہم ان ذوات مقدسہ سے منسلک اور وابستہ رہیں جن کی عظمت وجلالت کبھی موضوع نزاع نہیں بنی اور ہر زمانہ اور ہر گروہ میں جن کے تقدس کا اپنے اور بیگانے سب اعتراف کرتے رہے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ مدت دراز سے مسلمانوں میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے علاوہ کیا زینب ورقیہ اور ام کلثوم بھی آنحضرتؐ کی دختران تھیں یا نہیں۔

حالانکہ ہر مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ نبوت و رسالت ہو یا امامت و خلافت ان کا دارومدار صرف رشتوں پر نہیں جب تک خود ذات میں صلاحیت اور قدرت کی جانب سے عطا و بخشش نہ ہو مگر بعض حضرات کو جب اپنے مقصد کے لئے کوئی مضبوط اور مستحکم دلیل نہیں ملتی تو وہ رشتوں کا سہارا لے کر اس ذریعہ سے حصول مقصد کی سعی میں مصروف رہتے ہیں۔

جہاں تک رشتوں کا تعلق ہے جو تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہیں ان کے تسلیم کرنے میں کسی معقول انسان کو عذر نہیں ہو سکتا لیکن وہ رشتے جن کی بنیادی طور پر تاریخ میں کوئی حقیقت نہیں اور جو رسول اسلامؐ کی عظمت کا شاہد بننے کی بجائے دامن نبوت کا داغ بن کر رہیں اور بے بنیاد بھی ہوں تو انہیں ایک غیرت مند مسلمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا جیسے آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاذ اللہ باپ کہنا صرف حضرت ابراہیمؑ نہیں بلکہ تمام انبیاء و مرسلینؑ کی ان خصوصیات پر ضرب کاری ہے جو انہیں منجانب اللہ حاصل ہیں اس لئے کہ انبیاءؑ کے آبا و اجداد ہمیشہ کفر کے داغ سے پاک ہوتے ہیں

اسی طرح وہ دختران جو کافروں کو بیاہی گئی ہوں انہیں دختران رسولؐ کہنا خاتم النبیینؐ کی عصمت و طہارت اور ان کی عدیم المثال عظمت کے لئے داغ ہے۔ چونکہ عوام الناس

رشتوں ناتوں کا ذکر سن کر جلد متاثر ہو جاتے ہیں اس لیئے جان بوجھ کر مسلسل تقریروں بلکہ مطبوعہ رسالوں کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی بار بار کوشش کی گئی ہے اور کی جاتی رہتی ہے کہ یہ ہر سہ دختران، دختران رسولؐ تھیں اور یہ چیلنج دیا جاتا رہتا ہے کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا اور یہ اصول ہے بھی غلط کہ باطل چیلنج دیتا رہے اور حق خاموش رہے اس لئے میں نے بکثرت احباب کے اصرار پر یہ ضروری سمجھا کہ ان رشتوں کے متعلق جس حقیقت تک میں پہنچا ہوں اس سے اپنے بھائیوں کو مطلع کر دوں اور اس سلسلے میں جو شبہات پیش کیے جاتے ہیں ان کی حقیقت بھی اس طرح واضح کر دوں کہ ہر حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح سامنے نظر آنے لگے

میں ہرگز نہیں چاہتا اور نہ یہ پسند کرتا ہوں کہ کسی کے خلاف قلم کو جنبش دوں اس لئے میں نے ہر موقع پر پوری احتیاط سے کام لیا ہے مگر حقائق پر پردہ بھی نہیں ڈالا جا سکتا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا بھی جرم ہے۔

میں نے پورے خلوص نیت کے ساتھ صرف حقائق کو پیش نظر رکھ کر قرآن و حدیث اور تفسیر و تاریخ و لغت وغیرہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور نبی اکرمؐ کی صرف ایک دختر نیک اختر تھی جن کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہے ان کی پاک سیرت مقدس زندگی، بلند کردار، عصمت و طہارت اور خدا و رسول کی نظر میں ان کی عظمت جس کا ہر مسلمان کو اعتراف ہے۔ وہ خود شاہد ہے کہ فقید المثال رسول کی دختر بھی یگانہ روزگار ہونا چاہیئے ان کا وجود ذی جود ان کی سیرت، ان کی تربیت اور ان کی وہ مقدس اولاد جس نے فلک اسلام میں چار چاند لگا دیئے۔ خود اس کا ثبوت ہے کہ جب ان ہستیوں کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ تو جو ان کا مربی و سرپرست اور بزرگ بنے وہ رسول کیسا ہوگا

اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص خاتونؑ جنت کی سیرت لکھنا شروع کرتا ہے

تو قدرتی طور پر اس کے دماغ میں یہ تصور گردش کرنے لگتا ہے کہ اگر حضور کی اور دختران معظمہ کی بھی تھیں تو ان کی سیرت ان کے فضائل اگر اس قدر نہیں تو کچھ تو ملتے جلتے ہونا چاہئیے اور جب ڈھونڈے سے نہیں ملتے تو وہ اس کی تحقیق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اسے آخر اس نتیجہ تک پہنچنا پڑتا ہے کہ بقول شخصے مشہور لا اصل لہ۔ اس شہرت کی حقیقت تارِ عنکبوت سے زیادہ مستحکم نہیں ہے۔

مجھے اس سلسلے میں جس قدر اعتراضات و شبہات کی اطلاع مل سکی میں نے ان سب کا حل پیش کر دیا ہے اور مجھے توقع ہے کہ اگر اس مختصر رسالہ کا مکمل مطالعہ کر لیا گیا تو انشاء اللہ مزید کسی شبہ کا پیدا ہونے کی گنجائش ہی نہیں رہے گی۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ والسلام علی رسولہ و آلہ الطاہرین علیہم السلام

مرزا یوسف حسین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا اس جہان میں ورود مسعود

آپ کا اسم گرامی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے وحی خدا سے اپنی دختر کا نام فاطمہ رکھا ہے (علل الشرائع)

انما سمیت ابنتی فاطمۃ لان اللہ فطمھا وفطم محبیھا من النار

میری بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ خداوند عالم نے انہیں اور ان کے شیعوں کو دوزخ سے چھڑا دیا ہے (مودۃ القربیٰ بحوالہ تحریر تعلیل الشرائع) یہ درست ہے کہ بلند نام آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ لفظ فاطمہ کی اصل فطم ہے یعنی چھڑانا۔ اسی لئے دودھ بڑھائی کو فطام کہتے ہیں۔ کسی نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ آپ کی دختر کا نام فاطمہ کیوں ہے فرمایا لانھا فطمت اولادھا وموالیھا من النار (معانی الاخبار) اس لئے کہ وہ اپنی اولاد اور موالیوں کو دوزخ سے چھڑائیں گی۔

چنانچہ جب آپ کے کچھ موالی اپنے اعمال بد کی وجہ سے دوزخ کی طرف لے جائے جا رہے ہوں گے تو یہ منظر دیکھ کر خاتون جنت بیقرار ہو جائیں گی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گی۔

الٰہی وسیدی سمیتنی فاطمۃ تفطمت لی من النار وعدک الحق وانت لا تخلف المیعاد

میرے معبود اے میرے سید و سردار تو ہی نے میرا نام فاطمہ (دوزخ سے چھڑانے والی) رکھا اور میرے ہی لئے مجھ سے اور میری ذریت سے تولا رکھنے والوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے اور تیرا وعدہ حق ہے تو کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میری جدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ

لانقطاعھا عن الدنیا الی اللہ عند عبادتھا وانقطاعھا عن لذات الدنیا وشھواتھا

وہ عبادت میں اس قدر مصروف رہتی تھیں کہ دنیا اور اس کی لذتوں سے بالکل الگ ہو جاتی تھیں

لانقطاعها بالعلم عن الجهل — اس لئے کہ وہ خدا داد علم کی وجہ سے جہالت سے پاک تھیں۔

لانها فطمت من الظلمة — اس لئے کہ ان کا ظلمت و تاریکی سے کوئی تعلق نہ تھا

لانها فطمت من الرجس — اس لئے کہ وہ ہر رجس سے پاک و پاکیزہ تھیں

لانقطاعها عن النساء فضلا وحسبا ونسبا — اس لئے کہ وہ فضیلت اور حسب و نسب میں سب عورتوں سے الگ تھیں۔

لانها فطمت عن کل شیئ — اس لئے کہ وہ ہر برائی سے منزہ تھیں

لانها فطمت طمعهم — اس لئے کہ انہوں نے خلافت کے لالچ کو رد کر دیا۔

لوگ اس طمع میں آنحضرت کو اپنی لڑکیاں پیش کرتے تھے کہ ان سے اولاد ہو اور اسے خلافت مل جائے مگر خاتون جنت کے سوا اور کوئی اولاد نہ ہوئی اور انہی سے نسل رسول چلی اور وہی امامت و خلافت کی مستحق ہوئی اس لئے گویا انہوں نے سب کو ناامید کر دیا۔ (بحار الانوار علل الشرائع وغیرہ)

کنیت والقاب: آپ کی کنیت ام الحسنینؑ، ام السبطینؑ، ام الائمہؑ اور القاب افضل النساءؑ۔ خیر النساءؑ۔ سیدۃ نساءؑ خاتون جنتؑ۔ الزہراؑ۔ البتولؑ۔ العذراؑ۔ الانسیۃ الحوراؑ۔ مریم کبریٰؑ۔ صدیقہؑ۔ طاہرہؑ۔ زکیہؑ۔ رضیہؑ۔ مبارکہؑ

خلقت نوری: خداوند عالم نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا نور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے خلق فرمایا۔ یہ نور تسبیح و تقدیس میں مصروف تھا پھر اس نور کو جنت کے ایک درخت میں جگہ دی۔ درخت روشن ہو گیا۔ جب حضور ختمی مرتبت شب معراج عالم بالا پر تشریف لے گئے تو جب حکم خدا اس درخت کا پھل آپ کو جبرئیل امین نے دیا اور کہا تناول فرمائیں۔ اس سے ایک دختر نیک اختر پیدا ہو گی۔ شکم خدیجہؑ سے

آپؑ نے نوش فرمایا جو آپ کے صلب سے منتقل ہو کر حضرت خدیجہؑ کے رحم میں آیا۔ اس نور سے آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا لقب طاہرہؑ۔ مبارکہؑ۔ رضیہؑ۔ زہراؑ قرار پایا اور آپ ہمیشہ طاہرہ اور نجاست کی آلائشوں سے پاک رہیں۔ آپ کی کوئی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی (ذخائر العقبیٰ۔ ینابیع المودۃ۔ ینبوع المعجزات) حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب فاطمہ کا بدن سونگھتا ہوں تو جنت کے سیب کی خوشبو آتی ہے۔

آدم و حوّا کو خاتونِ جنت کی زیارت:۔ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ و حواؑ کو خلق فرمایا تو انہیں اپنے حسن و جمال پر ناز ہوا۔ قدرت نے ان پر ایک ایسی حسین و جمیل دختر کو ظاہر فرمایا۔ جس کا نور محیر العقول تھا اس کے سر پر ایک نورانی تاج اور دونوں کانوں میں نورانی گوشوارے تھے یہ دیکھ کر حضرت آدمؑ کو حیرت ہوئی۔ عرض کیا پروردگار! یہ کون ہے۔ آواز آئی یہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر ہیں۔ عرض کی یہ تاج کیسا ہے فرمایا کہ یہ ان کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ عرض کی کہ یہ گوشوارے کیسے فرمایا کہ ان کے فرزند امام حسن اور حسین علیہما السلام ہیں (ینابیع المودۃ۔ روضۃ الشہداء)

ایامِ حمل میں آثارِ قدرت:۔ معراج کے بعد عین اس دور میں حضرت خدیجہؑ کو آپ کا حمل ہوا جب حضور ختمی مرتبتؐ کو دعویٰ نبوت کئے تھوڑا عرصہ گزرا تھا۔ آپ سے قسم قسم کے سوالات اور ہر طرف سے معجزات طلب کئے جارہے تھے بلکہ مکہ معظمہ کی عورتوں نے حضرت خدیجہؑ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا اور حضرت خدیجہؑ تنہائی کی وجہ سے گھبراتی تھیں مگر نو ماہ تک یہ مخدرہ عصمت و طہارت اپنی مادر گرامی کے لئے انیس وحدت رہیں اور ان سے باتیں کیا کرتی تھیں اور حضرت خدیجہؑ جنت کی خوشبو سے معطر رہیں۔

جب کفار نے معجزہ شق القمر طلب کیا۔ تو حضرت خدیجہؑ کہنے لگیں یہ لوگ کس قدر بدنصیب ہیں جو محمدؐ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ بہترین نبی و رسول ہیں تو شکم

سے حضرت فاطمہؑ نے آواز دی۔ اے مادر گرامی آپ نہ ڈریں خدا میرے باپ کے ساتھ ہے
(روض الفائق۔ ینابیع المودۃ۔ جلاء العیون)

ولادت باسعادت :۔ جب آثار ولادت ظاہر ہونے لگے تو حضرت خدیجہؑ نے خاندان کی عورتوں کو مدد کے لئے طلب کیا مگر کوئی عورت نہ آئی۔ یکایک غیب سے چار عورتیں ظاہر ہوئیں جو دراز قد اور گندم گون تھیں۔ حضرت خدیجہؑ نے گھبرا کر پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں خدا نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے۔ ایک نے کہا میں تمہاری ماں حواؑ ہوں۔ دوسری نے کہا میں آسیہؑ بنت مزاحم ہوں۔ تیسری نے کہا میں کلثومؑ خواہر موسیٰؑ ہوں چوتھی نے کہا میں مریمؑ بنت عمران مادر عیسیٰؑ ہوں ہم سب جنت میں تمہارے رفیق ہوں گے۔
(مودۃ القربیٰ)

ان میں سے ایک داہنے جانب دوسری بائیں جانب تیسری سامنے اور چوتھی سرہانے بیٹھ گئی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو مکہ کا کوئی گھر نہ تھا جو آپ کے نور سے روشن نہ ہو گیا ہو
(روض الفائق۔ جلاء العیون۔ دلائل الامامت)

اتنے میں دس حوریں آب کوثر سے لبریز ظروف لے کر نازل ہوئیں اس سے آپ کا غسل ہوا اور ایک پوشاک جنت بدن پر پہنائی اور دوسری سر پر باندھی جو نہایت سفید، پاکیزہ اور معطر تھی اور یہ کہہ کر حضرت خدیجہ کے حوالے کیا کہ لیجئے اس پاک و پاکیزہ صاحبزادی کو خدا نے اسے اور اس کی نسل کو برکت و رحمت فرمائی ہے اس کے بعد آپ نے بزبان فصیح فرمایا:۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان ابی محمدؐ رسول اللہ وسید الانبیاء وان بعلی سید الاوصیاء وولدی سادۃ الاسباط۔

اس کے بعد آپ نے سب عورتوں کو سلام کیا اور سب نے جواب سلام دے کر مبارک باد پیش کئے۔ اور ہدیہ مبارک باد پیش کئے۔ (جلاء العیون۔ روضۃ الشہداء)

مولد مطہر :۔ آپ کی ولادت باسعادت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس

آبائی کاشانہ میں ہوئی۔ جہاں حضرت ہاشمؑ حضرت عبدالمطلبؑ حضرت عبداللہؑ حضرت ابوطالبؑ جیسے جلیل القدر بزرگوں کے بعد سرداؐ ر دوجہاں کی ولادت باسعادت ہو چکی تھی۔

تاریخ ولادت :- آپ کی ولادت آنحضرتؐ کی ۴۵ سال کی عمر میں بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانیہ کو روز جمعہ واقع ہوئی۔

ایام طفولیت

ولادت کے بعد آپ کا نشوونما عام اطفال کے برخلاف اس قدر جلد ہوتا تھا کہ ایک ہفتہ میں مہینہ اور مہینہ میں سال کے برابر معلوم ہوتی تھیں۔ رسالت مآبؐ جیسے شفیق باپ کا سایہ رحمت اور حضرت خدیجہ جیسی ماں کی آغوش عاطفت نصیب تھی۔

کفروشرک کی یلغار :- وقت ایسا نازک تھا کہ ایک طرف تبلیغ اسلام کا سلسلہ روز افزوں تھا اور دوسری جانب ہر طرف سے کفار و مشرکین کے حملوں کا سلسلہ لگاتار جاری تھا کوئی دن نہیں جب کوئی نیا حادثہ اور کوئی وقت نہیں جب کوئی تازہ واقعہ ظہور پذیر نہ ہوتا ہو۔

فاطمہ زہراؑ شعب ابوطالبؑ میں :- دو سال کی عمر ہوئی تو آنحضرتؐ اور آپ کے خاندان کو اس قدر تنگ کیا گیا کہ شعب ابوطالبؑ میں قیام کا انتظام کرنا پڑا۔ یہاں یہ تو آرام تھا کہ پدر عالی مقدار اور مادر گرامی اور خاندان کے شفیق اور مہربان ہر وقت نگاہوں کے سامنے تھے اور آپ سارے خاندان کی قلبی انس و محبت کا ملجا و ماویٰ ہر ایک کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور شفقتوں کا مرکز تھیں مگر شعب ابوطالبؑ میں دشمنوں کی جانب سے رسد بند کر دی گئی تھی۔ ضروریات زندگی کا مہیا ہونا دشوار تھا اگر کہیں سے سامان خورد و نوش لایا جاتا تو راہ میں چھین لیا جاتا تھا۔ ہر وقت حملہ اور فساد کے خطرے رہتے تھے۔ کئی کئی وقت فاقوں سے گذر جاتے تھے اس حالت میں ایک کمسن بچی پر کیا گذرتی ہوگی ظاہر ہے۔

حضرت خدیجہؑ اور ابو طالبؑ کی رحلت: پانچ سال کی عمر تھی جب شفیق ماں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور چند ہی ماہ بعد حضرت ابو طالبؑ جیسے سرپرست و نگران و محافظ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور باپ کو سفر طائف اختیار کرنا پڑا۔

جب حضرت خدیجہؑ نے انتقال کیا تو آنحضرتؐ خود ان کی قبر میں اترے دفن کیا اور اس شفیق و مہربان اور پرعزم رفیقہ حیات کے اٹھ جانے کے غم میں اس قدر مغموم رہے کہ بار بار انہیں یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ خدیجہؑ کا بدل ممکن نہیں وہ اس وقت ایمان لائیں جب ساری دنیا مخالف تھی اور اس وقت میری نبوت کی تصدیق کی جب دنیا بھر تکذیب پر تلی ہوئی تھی۔ خدا نے اولاد بخشی تو انہی کے بطن سے اسی سال یعنی بعثت کے دسویں سال حضرت ابو طالبؑ جیسے مربی اور ناصر و محافظ کی رحلت نے غم کو دو بالا کر دیا اس سال کا نام عام الحزن ہو گیا۔

حضرت خدیجہؑ جیسی شفیق ماں کا سایہ اٹھ جانے کے بعد رسول اسلامؐ کی مصروفیتیں کفار و مشرکین کے نرغے اور ہر وقت کے خطرات کے باوجود فطرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ گھبرا جائیں مگر قدرت نے وہ قلب صمیم اور طبع مستقیم بخشا تھا کہ کبھی اور کسی حالت میں تیور پر بل نہیں آنے پائے اور ماں کے بعد ماں کی طرح باپ کی مددگار اور غم گسار رہیں اور مواسات کا وہ حق ادا کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔

آٹھ سال کی عمر تک ذوالحلیفہ میں باپ کے ساتھ قیام رہا۔ جہاں اب باپ کے سوا سر پر کسی شفیق بزرگ کا سایہ نہ تھا مگر خاندانی شرافت وہبی طاقت اور تعلیم نبوتؐ نے وہ صلاحیت بخشی تھی کہ کسی حادثہ یا انقلاب میں قدم جرأت میں جنبش نہ آئی۔ جب کوئی نماز کی حالت میں حضورؐ پر اوجھڑی رکھتا تو جا کر اتار پھینکتیں اور انہیں بد دعا دیتی تھیں اور جن جن کو آپ نے بد دعا دی ہے وہ بدر واحد میں مارے گئے اگر کوئی حضور پر خاک ڈالتا تھا تو پانی سے دھوتی تھیں۔

اہل خاندان اور کنیزیں: اس وقت اس گھر کی قدیم کنیز ام ایمنؓ اور حضرت خدیجہؑ کی پروردہ برکہ آپ کی خدمت گذاری میں مصروف

رہتی تھیں اور حضرت فاطمہؑ بنت اسد جنہوں نے حضرت آمنہؑ کے بعد ماں کی طرح آنحضرتؐ کی پرورش کی تھی اور جن کے جنازہ کے ساتھ آنحضرتؐ فرماتے تھے۔

انھا امی بعد امی۔ یہ تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی۔

اور حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل جنہوں نے اپنے صاحبزادوں فضل و قثم کا دودھ حسنین علیہما السلام کو پلایا تھا اور اسماء بنت عمیسؓ زوجہ حضرت جعفر طیارؓ جو ہر ولادت کے وقت قابلہ کے فرائض انجام دیتی تھیں وہ آپ کی رفیق و غم گسار تھیں اور یا حضرت ام ہانیؓ دختر حضرت ابو طالبؑ یا حضرت صفیہؓ بنت حضرت حمزہؓ۔

شب ہجرت اور خانہ رسولؐ کا محاصرہ: آٹھ برس کی عمر تھی جب خانہ رسولؐ کا محاصرہ ہو گیا اور آنحضرتؐ جب فرمان رب جلیل حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو اپنے فرش پر سلا کر اپنی چادر اوڑھا کر اور کفار کی امانتیں ان کے سپرد کر کے ہجرت فرما گئے ان خطرناک حالات اور ہولناک ماحول میں باپ کی ناگہانی جدائی کے بعد یہ کمسن شاہزادی تھی یا چند اہل خاندان اور ہر دم یہ فکر کہ نہ معلوم باپ پر کیا گذری۔

جب حضورؐ نے مدینہ منورہ میں حضرت ام سلمہؓ سے عقد فرمایا تو اپنی دختر نیک اختر کو ان کے سپرد فرما دیا

مدینہ منورہ اور ام سلمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس شاہزادی میں وہ اخلاق و عادات و اطوار دیکھے ہیں کہ بجائے اس کے کہ میں انہیں آداب سکھاتی میں خود ان سے آداب حاصل کرتی رہتی تھی ان کے اخلاق و عادات اس قدر بلند تھے کہ تمام دنیا کی عورتیں ان سے اخلاق کے درس حاصل کریں (جلاء العیون)

آپ کی پردہ داری: آپ کی شرم و حیاء کا یہ حال تھا کہ خاندان کی عورتیں ہمسایوں اور دوسرے گھروں میں آتی جاتی رہتی تھیں

مگر آپ ہمیشہ اپنے گھر میں رہتیں اور اکثر گوشۂ خانہ میں فروکش اور خاموش رہا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضورؐ کے پاس آیا تو فوراً دوڑ کر پردہ میں چلی گئیں۔ بی بی عائشہ نے فرمایا کہ وہ تو نابینا ہے۔ دیکھ نہیں سکتا۔ آپ نے عرض کیا میں تو نابینا نہیں ہوں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ بہترین عورت وہ ہے کہ نہ اسے کوئی مرد دیکھے اور نہ وہ کسی مرد کو دیکھے۔

شادی خانہ آبادی

جنگ بدر کے بعد اشراف عرب کی جانب سے آپ کی خواستگاری کی درخواستیں آنا شروع ہو گئیں جب بھی کوئی درخواست آتی تو آپؐ فرماتے میری دختر کے نکاح کا فیصلہ قدرت کے ہاتھ میں ہے وہ جہاں حکم دے گا کروں گا۔

عبدالرحمٰن بن عوف اس قدر زر و جواہر رکھتے تھے کہ ایک ہزار اونٹ اس کا بار اٹھا سکتے تھے تین سو عمال ان کی جانب سے اس تجارت کا انتظام کرتے تھے جو مکہ مدینہ شام اور طائف میں کی جاتی تھی۔ ہزار خادم اور ایک ہزار غلام تھے۔ اونٹ گھوڑے بھیڑ بکری کا کوئی حساب نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے پیغام دیا کہ میری کل جائیداد آپ کی دختر کا مہر ہے یہ سن کر حضورؐ غضب ناک ہوئے اور ساتھ سے کچھ سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکے وہ سب گوہر آبدار ہو گئے۔

لیکن جونہی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے در دولت پر حاضر ہو کر (جب آپ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے) دبی زبان سے درخواست پیش کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس ابھی ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو قائمہ عرش پر مقرر ہے اس نے اس رشتہ کے لئے ہدیہ مبارک باد پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ جبرئیل امینؑ نے عرض کی کہ خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے فاطمہ زہراؑ کا عقد علی مرتضیٰ سے عرش پر کر دیا ہے اور ستر ہزار ملائکہ اس کے گواہ قرار پائے ہیں آپ بھی فاطمہ زہراؑ کا نکاح علیؑ سے کر دیں (ارجح المطالب ص ۲۹۹)

صواعق محرقہ ۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۱۰۵ ۔ ذخائر العقبیٰ صہ ۳۱-۳۲ کنز العمال جلد ۱ صہ ۱۵۲-۱۵۳

اور رضوان کو حکم دیا ہے کہ درخت طوبیٰ کو جنبش دے جب جنبش دی تو اس سے اس قدر خوشے برآمد ہوئے جس قدر محبان اہلبیت قیامت تک ہوں گے اور ان کے نیچے بیشمار ملائکہ خلق فرمائے ہیں جو روز قیامت وہ خوشے مومنین کے حوالے کریں گے اور وہی پروانۂ نجات ہوں گے پھر کچھ زیور نچھاور کئے جو فرشتے اٹھالے گئے جن پر وہ فخر و مباہات کرتے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے ہیں۔

بتول عذرا کا نکاح: فرمایا اے علیؑ ۔ مال دنیا سے تمہارے پاس کیا ہے عرض کیا تلوار ۔ زرہ اور ایک اونٹ جس سے پانی پہنچاتا ہوں فرمایا ۔ تلوار کی جنگ میں اور اونٹ کی پانی پہنچانے کے لئے ضرورت ہے ۔ زرہ فروخت کردو ۔ آپ نے فروخت کر کے مہر ادا کیا ۔ حضورؐ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ خوشبو لے آئیں اور اعلان کردیں کہ مہاجرین وانصار مسجد میں جمع ہوجائیں ۔ جب سب مسجد میں جمع ہو گئے تو آپ نے جبرئیل امینؑ کے آنے اور خدا کا پیغام لانے کا حال سنایا ۔ اس کے بعد آپ نے اور بروائتے آپ کے حکم سے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے قبول فرمایا ۔ اصحاب نے رواج کے مطابق یوں مبارک باد دی ۔

بالرفاء والبنین : ۔ آپؐ نے فرمایا یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو : ۔ علی الخیر والبرکۃ ۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : ۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحاً ترضاہ واصلح لی ذریتی

خداوندا مجھے توفیق عطا کر تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو مجھے عطا فرمائی ہے اور میرے ماں باپ کو بخشی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری ذریت کو اصلاح عطا کر ۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا ۔ آمین ۔ یا رب العالمین و یا خیر الناصرین ۔ پھر دعا فرمائی

درروضۃ الاحباب ۔ صواعق محرقہ صہ ۴۷ نورالابصار ۔ ذخائر العقبیٰ صہ ۳۱ ۔ ینابیع المودۃ صہ ۱۸۳
مسند امام احمد بن حنبل ۔ جواہر العقدین ۔ مودۃ القربیٰ ۔ اصابہ ۔ کنوز الحقائق ۔ الریاض النضرۃ جلد ۲

مخدومۂ عالم کا جہیز:- آپ کے جہیز میں جو سامان دیا گیا وہ یہ ہے ایک پوشاک ایک مقنع ایک سیاہ رنگ کی چادر ۔ جامۂ مصری کی دو توشکیں ایک میں خرما کے پتے بھرے ہوئے اور دوسری میں دنبہ کے بال ۔ چار طائف کے چرمی تکیے جن میں گیاہ اذخر بھری تھی ۔ اونٹ کی کھال ایک اونی پردہ ۔ ایک چٹائی ۔ ایک چکی ۔ ایک تانبے کا بادیہ ۔ ایک چمڑے کا بنا ہوا ظرف ۔ ایک لکڑی کا کاسہ ایک مشک ۔ ایک لوٹا ۔ ایک سبز رنگا ہوا گھڑا اور جرخہ اور مٹی کے چند کوزے ۔
حضور خود ایک ایک شے اٹھا کر دیتے اور دعا کرتے تھے ۔ خداوندا اسے میرے اہلبیت کے لئے مبارک فرما ۔ آبدیدہ ہو کر سر آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کی خداوندا ! اس گروہ کو برکت دے جس کے پاس زیادہ تر مٹی کے برتن ہوں (روضۃ الاحباب وغیرہ)

عروس کی رخصتی:- اگرچہ عروس ونوشاہ کے گھروں میں خاص فاصلہ نہ تھا مگر عروس کو بغلۂ شہباء پر سوار کر کے روانہ کیا گیا مہار سلمان فارسیؑ کے ہاتھ میں تھی اور عقب میں خود سرور کائناتؐ تھے ۔ اصحابؓ کا ہجوم تھا ۔ یہ منظر دیکھ کر ہزارہا ملائکہ نازل ہو کر شامل ہو گئے اور تکبیر کی آوازیں بلند ہونے لگیں اس لئے اس موقع پر تکبیر کہنا سنت ہے (ذخائر العقبیٰ محب طبری ترجمہ)

رسول اسلامؐ کی دعائیں:- اس کے بعد حضور نبی اکرمؐ امیر المومنینؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور خاتون جنت سے پانی طلب کر کے اس میں لعاب دہن ڈال کر ان کے سر و سینہ پر چھڑکا اور دعا کی ۔ خداوندا ۔ فاطمہؑ اور ان کی ذریت کو شر شیطان سے محفوظ رکھ میں تیری پناہ میں دیتا ہوں ۔ اس کے بعد اور پانی طلب کر کے اس میں لعاب دہن ڈال کر علی مرتضیٰؑ کے سر و سینہ پر چھڑکا اور عرض کی ۔ خداوندا میں

علیؑ اور ان کی ذریت کو شر شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں پھر پانی طلب فرمایا اور اس پر معوذتین پڑھ کر دونوں کو پلایا اور وضو کرایا اور دعا کی خداوندا یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں جس طرح تو نے مجھ سے رجس کو دور رکھا ہے اسی طرح ان سے بھی دور رکھ۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

دعوت ولیمہ:- حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ اس کے بعد دعوت ولیمہ ہونا چاہئے سعد بن عبادہؓ ایک دنبہ لے آئے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام خرمے اور چھوہارے اور گھی اور مسکہ۔ اس طرح کھانا تیار کیا گیا۔

جابرؓ ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ طیب دعوت ولیمہ میں نے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا اے علیؑ جس جس مسلمان سے ملاقات ہو اندر لے آؤ۔ سب مہاجرین اور انصار نے اندر داخل ہو کر طعام تناول کیا۔ حضورؐ نے مٹی کے برتن میں مالیدہ تیار کر کے فرمایا یہ علیؑ و فاطمہؑ کا حصہ ہے۔ پھر ازواج نبیؐ میں بھی تقسیم کیا گیا۔

فاطمہ زہرا کا کفو علی کے سوا کوئی نہیں:- اس موقع کے لئے نبی اکرمؐ نے فرمایا لولا علی لما کان لابنتی فاطمۃ کفو، آدم فمن دونہ :- علی نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کا کوئی ہمسر نہ تھا نہ آدمؑ اور نہ ان کے علاوہ کوئی اور (مودۃ القربیٰ ص ۱۵ - کنوز الحقائق ص ۱۲۴)

علی و فاطمہ کا عقد اور قرآن مقدس } خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا

خدا وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو خلق فرمایا پس اسے نسب اور دامادی دونوں رشتے عطا فرمائے۔ علی مرتضیٰؑ کے سوا کوئی نہیں جو حضورؐ کا نسبی (چچازاد) بھی ہو اور داماد بھی۔ (کفایت الطالب - النصر الجلی) یہاں پانی سے مراد عرش کا پانی ہے جو نور سے مخلوط ہے

خاتون جنت کا ایثار:- نبی اکرمؐ نے رخصتی کے وقت اپنی دختر نیک اختر کو

نئی قمیص بنا کر دی تھی۔ جب رات آئی تو ایک سائل نے آواز دی کہ میں بنت رسولؐ سے ایک پرانی قمیص چاہتا ہوں آپ کو خیال آیا کہ اپنا پرانا پیراہن اسے دیدوں پھر یہ ارشاد باری یاد آیا:۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون :۔ تم نیکی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیز راہ خدا میں نہ دیدو جو تمہیں پسند ہو۔

آپ نے اپنا پرانا پیراہن پہن لیا اور نئی قمیص سائل کے حوالے کر دی۔ جبرئیل امینؑ نے نازل ہو کر آنحضرتؐ پر سلام کر کے عرض کیا کہ خداوند عالم نے سندس اخضر کی قمیص فاطمہ زہراؑ کو ہدیہ فرمائی ہے لہٰذا انہیں سلام اور یہ قمیص پہنچا دیں۔

یہ تو شادی کے بعد پہلی رات کا واقعہ تھا۔ آپ کی ساری زندگی عطا و بخشش کے واقعات سے معمور ہے اگر انہیں جمع کیا جائے تو کئی کتابیں مرتب ہوں گی۔ مثال کے طور پر چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

ایک دن علی مرتضیٰ علیہ السلام نے گھر تشریف لا کر کھانا طلب فرمایا۔ سیدۂ عالمؑ نے عرض کیا کہ گھر میں دو روز سے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا مجھ سے کیوں نہ ذکر کیا۔ عرض کیا مجھے شرم آئی کہ آپ سے وہ چیز طلب کروں جو آپ کے پاس نہ ہو۔ آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ کسی سے ایک دینار قرض لے کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ مقدادؓ دھوپ میں سر برہنہ ملے پوچھا مقداد کیا حال ہے۔ جواب دیا آپ تشریف لے جائیں اور میرا حال نہ پوچھیں۔ فرمایا ضرور بتلاؤ۔ عرض کیا کہ اہل و عیال فاقہ سے ہیں کچھ تلاش کرنے گھر سے باہر نکلا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے گھر میں بھی یہی حال ہے میں بھی اسی غرض سے نکلا تھا۔ ایک دینار قرض لایا ہوں۔ لو یہ تم لے جاؤ۔ مقدادؓ نے انکار کیا مگر آپ نے اصرار کر کے ان کے حوالے کر دیا اور گھر واپس تشریف لے آئے۔ دیکھا فاطمہ زہراؑ بچوں کو بہلا رہی ہیں زمین پر بیٹھ گئے اور سارا حال سنا دیا۔ یہ سن کر افسوس کی بجائے مسرت کی لہر چہرہ پر دوڑ گئی اور ہنس کر فرمانے لگیں اس سے بڑھ کر ہماری اور آپ کی خوش قسمتی اور کیا ہو گی کہ ہم نے اپنی حاجت پر اس شخص کو مقدم کیا

جو بہت عابد و زاہد اور خدا کا مقبول بندہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد میں نماز ظہرین ادا کی اور وہیں ذکر خدا میں مصروف رہے۔ نماز مغربین کے بعد وہاں لیٹ گئے اتنے میں سرور کائنات صلعم تشریف لائے اور فرمایا اٹھو گھر چلیں دروازے پر پہنچے تو فرمایا یا علی گھر میں کچھ کھانے کو ہے آپ نے سر جھکا لیا۔ فرمایا۔ خاموش کیوں ہو اگر کچھ ہے تو چلوں عرض کیا حیا اجازت نہیں دیتی۔ آپ امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں داخل ہو گئے دیکھا سیدہ عالم ہنوز نماز میں مصروف ہیں۔ دونوں بزرگ منتظر رہے۔ نماز سے فراغت کے بعد مڑ کر دیکھا کہ ایک طبق طعام کا رکھا ہے آنحضرت صلعم کے پاس آ کر سلام کیا جواب سلام کے بعد حضرت نے حال دریافت کیا۔ عرض کیا نعم المولی و نعم النصیر۔ فرمایا فاطمہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ امیر المومنین شرم و حیا سے خاموش تھے۔ جناب سیدہ اندر گئیں اور وہ طبق اٹھا لائیں۔ امیر المومنین نے تعجب سے سیدہ عالم کی جانب دیکھا۔ سیدہ عالم نے عرض کیا کہ آپ کیوں اس قدر تعجب سے دیکھ رہے ہیں میں نے تو کوئی برائی نہیں کی فرمایا تم ہی نے تو قسم کھا کر کہا تھا کہ گھر میں کچھ نہیں ہے۔ یہ بہترین کھانے کہاں سے آئے آسمان کی طرف رخ کر کے کہنے لگیں کہ خدا عالم ہے میں نے سچی قسم کھائی تھی یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا کہ اس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تم کو مثل ذکریا کے اور فاطمہ کو مثل مریم کے۔ یہ برکت اس دینار کی ہے جو تم نے مقداد کو دیا تھا اور خدا جسے چاہتا ہے بے حساب روزی عطا کرتا ہے (جلاء العیون جلد اول۔ کشف الغمہ)

نجاشی شاہ حبشہ کی زرتار چادر:۔ نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک زرتار چادر حضور نبی اکرم صلعم کی خدمت میں روانہ کی۔ آپ نے فرمایا یہ چادر اسے دوں گا جو خدا کا سب سے زیادہ محبوب ہو یہ سن کر ہر شخص کو شوق پیدا ہوا کہ یہ مجھے عطا ہو۔ پھر پوچھا کہ علی کہاں ہیں آپ اس وقت گھر میں تھے عمار یاسر نے آپ کو واقعہ سنایا۔ جب آپ گھر سے روانہ ہونے لگے تو صدیقہ طاہرہ نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے واقعہ سنا دیا۔ سیدہ عالم

نے کہا ہمیں اس چادر کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خدا کے ان نیک بندوں کو دی جائے جو ہم سے زیادہ محتاج اور صاحب ضرورت ہیں۔ جب امیر المومنین ؑ مسجد میں تشریف لائے تو حضور ؐ نے وہ چادر آپ ؑ کے حوالے کر دی آپ وہ چادر لے کر سوق اللیل میں پہنچے اور اس کے تار تار جدا کر کے مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی اور ایک تار بھی گھر نہ لائے اور سیدۂ عالم کو سارا حال سنا دیا۔ اس روز بھی آپ کے گھر میں فاقہ تھا۔ یکایک آنحضرت ؐ تشریف لے آئے اور فرمایا یا علی ؑ کل تمہیں خدا نے تین ہزار مثقال سونا عطا کیا ہے۔ مہاجرین و انصار میرے ہمراہ آئے ہیں کہ تمہارے گھر کھانا کھائیں۔ آپ خاموش ہو کر سیدۂ عالم کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک کاسہ میں تازہ روٹیاں اور گوشت رکھا ہے اور وہ سامان اتنا وزنی تھا کہ سیدۂ عالم نے اٹھا کر دروازے تک پہنچوایا۔ یہ دیکھ کر حضور ؐ اندر تشریف لائے اور سیدۂ عالم سے پوچھا۔ یہ غذا کہاں سے آئی۔ عرض کیا اس کے سوا کیا عرض کر سکتی ہوں کہ خدا نے بھیجی ہے اور وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے، فرمایا میں نے آج اپنی دختر کے پاس وہ سب نعمتیں دیکھی ہیں جو خداوند عالم نے مریم ؑ بنت عمران کو عطا کی تھیں۔

ایک مومن کا تحفہ:۔ ایک شخص نے خاتونِ جنت کے گھر چند روٹیاں اور کچھ گوشت بطور تحفہ بھیجا۔ آپ نے سرور کائنات کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ حضور ؐ نے دیکھ کر فرمایا۔ اسے لے چلو میں خود آتا ہوں۔ خاتونِ جنت نے اسے بند کر کے رکھ دیا۔ جب تشریف لائے کھول کر دیکھا تو وہ بہت زائد تھا۔ کہا کہ اس قدر کہاں سے آیا۔ عرض کیا من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (خدا کی جانب سے ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے) یہ سن کر فرمایا الحمد للہ الذی جعل ابنتی کافضل نساء بنی اسرائیل۔ اس خدا کی حمد جس نے میری دختر کو زنان بنی اسرائیل (مریم ؑ) کے مثل قرار دیا۔

پھر آپ نے اور اہل بیت ؑ نے نوش فرمایا اور محلہ میں تقسیم کیا (تفسیر بیضاوی ذیل

آیہ وکونوا مع الصادقین)

تسبیح فاطمۃ الزہرا:۔ جب چکی پیستے پیستے ہاتھ زخمی ہو گئے تو ایک مرتبہ امیر المومنین ع نے فرمایا حضورؐ سے کوئی کنیز طلب کرلو۔ جب کنیز طلب کی تو فرمایا فاطمہؑ اس سے بہتر ہے کہ یہ تسبیح پڑھا کرو۔ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ۔ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ۔ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ۔ پھر دنوں کے بعد فضہ کو آپ کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ اس سے آدھا ہی کام لینا جتنا خود کرو۔ چنانچہ آپ ایک دن خود کام کرتیں اور ایک دن فضہؓ سے کام لیتی تھیں۔

گلوبند راہ خدا میں:۔ ایک مرتبہ آپ نے گلوبند بنوا کر پہنا۔ جب حضورؐ نے دیکھا تو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ حضورؐ کی خاموشی دیکھ کر دوسرے ہی دن راہ خدا میں دیدیا۔ جب حضورؐ کو اطلاع ملی فرمایا۔ فاطمہؑ تم نے وہی کیا جو میں چاہتا تھا۔

سورۂ دہر اور خاتون جنت:۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ شاہزادہ حسنؑ اور شاہزادہ حسینؑ بیمار ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ نے ان کی عیادت کی تو فرمایا اگر کچھ نذر مانو تو بہتر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہرا علیہم السلام نے تین روزے نذر کئے۔ قدرت نے شفا بخشی۔ روزے رکھنے کا ارادہ کر لیا مگر گھر میں افطار کا سامان نہ تھا۔ امیر المومنین ع شمعون یہودی سے کچھ کپاس تاگے بنانے کے لئے اور اس کے عوض کچھ جو لائے۔ خاتونؑ جنت نے کپاس کے تین حصے کر کے ایک حصہ کو چرخہ پر کاتا۔ اس سے فارغ ہو کر جو کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ کا آٹا پیسا روٹی پکائی۔ ماں باپ کو دیکھ کر دونوں شاہزادے بھی روزے سے تھے۔ مخدوموں کو دیکھ کر خادمہ بھی۔ جب نماز کے بعد افطار کا ارادہ کیا تو دروازہ پر آواز آئی۔

یا اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة انا مسکین وجائع اطعمونی مما تاکلون

اے اہل بیت نبوت و سرچشمۂ رسالت جو کچھ کھا رہے ہو اس میں سے کچھ مجھے بھی کھلا دو۔ یہ آواز سنتے ہی سب نے اپنی روٹیاں سائل کے حوالہ کر دیں اور پانی سے افطار کیا۔ دوسرے دن کپاس کے دوسرے حصے کے تاگے کاتے گئے پھر جو کا دوسرا حصہ چکی میں پیس کر آٹا تیار کیا گیا روٹی پکائی

گئی آج فضہ کے کام کا دن تھا جب دستر خوان بچھا اور افطار کا ارادہ کیا تو پھر سائل کی آواز آئی۔

اے اہل بیت نبوت و معدن رسالت میں یتیم ہوں اور بھوکا ہوں جو کچھ کھا رہے ہو اس میں سے مجھے بھی کھلا دو۔ آج پھر سب روٹیاں سائل کے حوالے کر دی گئیں اور سب نے پانی سے افطار کیا۔ اسی حالت میں پھر سب نے روزے رکھے۔ آج پھر خاتون جنت نے چرخہ کاتا۔ جو کا تیسرا حصہ پیس کر آٹا تیار کیا۔ روٹیاں پکائیں۔ جب افطار کرنا چاہا تو یہ آواز آئی۔

یا اھل بیت النبوۃ ، معدن الرسالۃ انا اسیر وجائع اطعمونی مما تاکلون۔

اے اہل بیت نبوت و معدن رسالت میں اسیر ہوں اور بھوکا ہوں جو کچھ کھاتے ہو اس میں سے مجھے بھی کھلا دو۔ آج پھر سب روٹیاں سائل کے حوالے کر دیں اور سب نے پانی سے افطار کیا۔

سورہ دہر میں اس واقعہ کی یاد دہانی کر کے قدرت نے فرمایا ہے :۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

وہ خدا کی محبت میں مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (تفسیر کشاف)

یہ سورہ دہر ہی ہے جس میں دومرتبہ لفظ فضہ آیا ہے اس سے اس گھر کی خادمہ کا اعزاز ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کے اخلاق و عادات

باوجود اس کے کہ پانچ سال کی عمر میں مادر گرامی کی آغوش عاطفت سے محروم ہو گئیں اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ اسی باپ کا سایہ رحمت تھا جس پر مصائب کا ہجوم اور دشمنوں کی یلغار تھی پھر بھی آپ کسی مصیبت سے نہیں گھبرائیں بلکہ ہر تکلیف

میں باپ کی معین و مددگار رہیں۔

شادی کے بعد ایسے گھر میں آئیں جہاں خدا کے فضل سے سب کچھ ممکن تھا مگر جو کچھ آمادہ غربا، و مساکین اور محتاجوں پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ گھر میں کئی کئی دن فاقہ سے گذر جاتے تھے۔ ایک مدت دراز بغیر خادمہ کے گزری۔ جب حضرت فضہ خدمت کے لئے ملیں تو گھر کا یہ دستور تھا کہ ایک دن گھر میں مالکہ کام کرتی تھی اور ایک دن خادمہ کام کرتی تھی۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ جب کبھی سو جاتیں تو ملائکہ نازل ہو کر چکی پیستے تھے۔ مخدومہ کے بھی دن رات عبادت خداوندی نمازوں اور تلاوت قرآن میں گذرتے تھے اور خادمہ کے بھی۔ حدیہ ہے کہ فضہؓ نے ۲۰ سال آیات قرآن کے سوا کوئی کلام نہیں کیا یہاں تک کہ متکلم بالقرآن مشہور ہو گئیں۔

شادی کے دن حضورؐ نے نصیحت کی تھی کہ علیؑ سے کبھی ایسی فرمائش نہ کرنا جو وہ پوری نہ کر سکتے ہوں اور دل شکنی کا باعث ہو۔ اس لئے زندگی بھر کوئی فرمائش نہیں کی خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی حاجت روائی سے اس گھر کا ہر فرد خوش ہوتا تھا۔ قدرت نے دو شاہزادے عطا کئے اور دو شاہزادیاں۔ ہر ایک یگانہ روزگار اور فخر زمانہ ثابت ہوا۔ دونوں شاہزادے حسب ارشاد نبویؐ رسول کی آنکھیں۔ رسولؐ کے پھول اور جوانان جنت کے سردار قرار پائے ان کی سیرت سبق آموز اور سارے زمانے کے لئے قابل تقلید ثابت ہوئی۔ بڑے شاہزادہ کا حلم اور چھوٹے کا صبر اور عدیم المثال قربانی مشعل راہ اور ضرب المثل بن کر رہی اور دونوں شاہزادیوں نے وہ عظیم امتحان دیئے اور اس صبر و استقلال اور حزم و عزم سے کام کیا جس پر روز محشر نانا کو بھی فخر ہو گا اور ماں باپ کو بھی۔ یہ اثر تھا خاتون جنت کے دودھ اور ان کی آغوش تربیت اور جد نامدار اور پدر عالی مقدار کی تعلیم اور درس اول پاک سرشت کا جس سے قدرت نے انہیں خلق فرمایا تھا۔

دنیا میں کوئی عورت کیا کوئی مرد بھی ایسا نہیں دیکھا گیا جس کی چار اولادوں میں ہر ایک وحید و فرید اور نازش ارض و سماء بن کر رہے اور تا روز حشر آفتاب اسلام پر شمس و قمر بن کر چمکتا رہے۔

آپ کی عبادت

جب حسنینؑ سو جاتے تو ایک ہاتھ سے پنکھا جھلتیں اور دوسرے ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر تلاوت ہوتی تھی۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہ زہراؑ کو ہر وقت عبادت میں مصروف پاتا تھا۔ پھر بھی امور خانہ داری میں ہر کام اپنے وقت پر انجام دیتی تھیں آج کا کام کل پر کبھی نہیں چھوڑا۔

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی مادر گرامی کو ہمیشہ عبادت خداوندی اور الحاح و زاری میں مصروف پایا۔ ہمیشہ خشوع و خضوع کے ساتھ حمد و ثناء الہی میں مصروف رہیں مگر ان طویل دعاؤں میں کبھی اپنے لئے دعا نہیں فرمائی۔

جب نماز کے لئے کھڑی ہوتیں تو بدن میں تھرتھری پڑ جاتی تھی۔ چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور آنسو مصلیٰ پر گرتے رہتے تھے۔

دولت سرا مسجد سے متصل تھی۔ پدر بزرگوار کے وعظ اور خطبے سماعت فرمایا کرتی تھیں جب وعظ میں عذاب دوزخ کا ذکر آجاتا تو روتے روتے غش آجاتا تھا۔

شادی کی پہلی رات فاطمہ زہراؑ نے رونا شروع کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے دریافت کیا یہ رونا کیسا۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں جواب دیا کہ آپ عین میری مرضی کے مطابق ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ لیکن مجھے اپنی موت اور قبر میں اترنا یاد آگیا اس لئے کہ یہاں بھی ہمیشہ کے لئے آئی ہوں اور وہاں بھی ہمیشہ کے لئے جانا ہے آپ کو اپنے باپ کے حقوق کی قسم کہ جو میرا مقصد ہے اس تک مجھے پہنچا دیں۔ محراب عبادت میں آگئیں اور رات عبادت خداوندی میں بسر کرتی تھیں۔ تین دن تک ایسا ہی ہوتا رہا دن بھر روزہ رکھتیں

اور رات بھر نمازیں ادا کرتی رہتیں۔ چوتھے روز جبرئیل امین نے نازل ہو کر آنحضرت کی خدمت
میں عرض کیا کہ علیؑ و فاطمہؑ تین روز سے مسلسل دن کو روزے رکھتے اور رات بھر نمازیں پڑھتے
ہیں۔ انہیں یہ خبر پہنچا دیں کہ خداوند عالم ان پر ملائکہ مقربین سے فخر و مباہات کر رہا ہے اور
فرماتا ہے کہ تم دونوں امت کے گناہگاروں کی شفاعت کرو گے (استیعاب امام ابونصر
خاتون جنت حصہ ۵ ص ۱۰۴)۔

ایک روایت میں ہے کہ عقد کے بعد حضور نبی اکرمؐ نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام
سے دریافت کیا :-

کیف وجدت حلیلتک تم نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا۔ جواب دیا کہ :-
وجدتھا خیر معینۃ للعبادۃ میں نے انہیں عبادت کے لئے بہترین مددگار پایا۔

سرورِ کائناتؐ سے والہانہ محبت

یوں تو ہر بیٹی کو اپنے باپ سے محبت ہوتی ہے مگر اس قدر نہیں جس قدر باپ کو اپنی اولاد
سے۔ مگر خاتون جنت کی محبت آنحضرت سے اس عقیدت مندی اور حقیقی عظمت کے
ساتھ بھی جو انہیں اسلام سے اور اسلام کو ان سے تھی۔ اس لئے بڑے سے بڑے
خطرات میں بھی آپ باپ کی نصرت کے لئے ان کے پاس پہنچ گئیں۔ جب مردوں کے دل
بھی ہل جاتے تھے۔

ابھی چلنا پھرنا شروع کیا تھا کہ باپ کو مبتلائے مصائب دیکھا جب کوئی مصیبت
آئی تو اسے دور کرنے کی کوشش کی۔ سر پر خاک ڈالی گئی تو دوڑ کر سر دھویا۔ سجدہ کی
حالت میں کاندھوں پر اونٹ کی اوجھڑی رکھی گئی تو اس کمسنی میں خود جا کر اوجھڑی اتاری
اور غیظ و غضب کے ساتھ ظالموں کو بددعا دی۔

جنگ احد کے وقت کان میں یہ آواز آئی۔ الا قد قتل محمد تو روتی ہوئی

یے تھا۔ شا گھر سے چادر اوڑھ کر نکلیں اور زنانِ بنی ہاشم کے ساتھ سر پیٹتی ہوئی میدانِ احد میں پہنچ
گئیں۔ باپ کو زندہ دیکھ کر شکر خدا ادا کیا۔ زخم دھوئے، چہرہ اقدس کو صاف کیا اور
جب خون نہ تھما تو ریشم جلا کر زخم پر رکھا (روضۃ الاحباب صفحہ ۲۷۰ طبری وغیرہ)

غزوہ احزاب میں جب قریش یہود وغطفان وغیرہ کے چوبیس ہزار کے لشکر نے ہر
طرف سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ منافقین اسلام رسولِ اسلام کی عداوت میں عریاں
ہو چکے تھے۔ مدینہ میں تہلکہ مچا تھا۔ دشمنوں کے جاسوس ہر طرف پھر رہے تھے اور مسلمانوں کے
کا یہ عالم تھا کہ لوگ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ رسولِ اسلام نے پیٹ پر دو پتھر
باندھے تھے۔ یہ خبر اڑتے اڑتے مدینہ میں پہنچی۔ سیدہ عالم سن کر بیقرار ہو گئیں۔ جو
روٹیاں جو بچوں کے لئے پکائی تھیں اور کچھ بچ گئی تھیں چادر میں رکھ کر اس دار و گیر کے وقت
میدان میں پہنچ گئیں۔ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ بچوں کے لئے روٹیاں
پکائی تھیں کچھ بچ گئی ہیں۔ اور حاضر ہیں۔ فرمایا تین دن کے بعد یہ پہلی غذا ہے
جو میرے منھ میں جا رہی ہے۔ (ذخائر العقبی محب طبری شافعی سیرت النبی مولانا شبلی نعمانی)

آنحضرت کی محبت سیدہ عالم سے:- حضور نبی اکرم جب سفر کرتے یا کسی غزوہ کی طرف روانہ ہوتے
تو سب سے آخر میں سیدہ عالم سے رخصت ہوتے اور جب واپس آتے تو دو رکعت
نماز مسجد میں ادا کر کے سب سے پہلے سیدہ عالم کے گھر میں آتے۔ بچوں کی خیریت دریافت
کرتے تھے اور آیہ مودت نازل ہونے کے بعد مسجد سے سیدہ عالم کے گھر آ کر فرماتے
تھے۔ السلام علیکم یا اہل البیت (روضۃ الاحباب مسند امام احمد بن حنبل)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رفتار و گفتار میں فاطمہ زہرا سے زیادہ
کسی کو رسول اسلام سے مشابہ نہیں دیکھا اور جب آپ رسول کے پاس آتیں تو
کھڑے ہو جاتے اور پیشانی کے بوسے لیتے تھے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے

، صحیح ترمذی۔ مطالب السؤل ص۲ طبقات ابن سعد۔ الکواکب المضیئۃ ص۹۷ ۔
سالک السالکین جلد اول ص۲۸)

حضرت سیدۂ عالم اور حضرت عائشہ کے مکان کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی
ی ایک دن حضرت عائشہ اس کھڑکی سے سیدۂ عالم کے گھر میں آ کچھ نا ملائم باتیں کرنے
یں جس سے آپ کو صدمہ ہوا۔ حضورؐ نے وہ کھڑکی بند کرا دی۔

(جذب القلوب۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

جمیع ابن عمر نے اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ سے جا کر پوچھا کہ حضورؐ کو عورتوں
سب سے زیادہ کس سے محبت تھی کہا فاطمہ زہراؑ سے۔ پوچھا مردوں میں کون زیادہ
محبوب تھا۔ کہا ان کے شوہر علیؑ ابن ابی طالبؑ (مشکوٰۃ۔ ارجح المطالب ص۷۵)

آیات قرآن سیدۂ عالم کی شان میں

آیہ مودت اور خاتون جنت :- خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے :-

لا اسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فرما دیں کہ میں تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت
نہیں مانگتا سوا قرابت والوں کی مودت کے۔

یا رسول اللہ من ھولاء الذین امرنا اللہ بمودتھم قال علی وفاطمہ وابناھما الحسن والحسین
صحاب نے دریافت کیا کہ وہ کون بزرگ ہیں جن کی مودت کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہے۔ فرمایا
ہ علی اور فاطمہ اور ان کے فرزند حسن و حسین ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ یہ آیت ان چار ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی جن میں ایک
حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں (تفسیر کشاف علامہ زمخشری۔ تفسیر علامہ فخر الدین رازی
تفسیر الیعقوبی۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ معجم الکبیر طبرانی۔ صواعق محرقہ ص۱۰۱۔ ترمذی ص۲۹
فتوحات مکیہ محی الدین عربی۔ ابن ابی حاتم۔ تفسیر ثعلبی امام واحدی۔ مستدرک حاکم۔ مطالب السؤل)

اسی کے ذیل میں مفسرین اہل سنت نے اس مفہوم کے متعدد احادیث درج کی ہیں مثلاً یہ دو حدیثیں :-

الامن مات علی حب ال محمد مات شہیدا ۔ یاد رکھو کہ جو آلِ محمد کی محبت میں مرا وہ شہید مرا۔

الامن مات علی بغض ال محمد مات کافرا ۔ یاد رکھو کہ جو آل محمد کی عداوت پر مرا وہ کفر کی موت مرا۔ (تفسیر کشاف زمخشری۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ مطالب السئول واقدی)

آیت تطہیر اور خاتون جنت :-

(۲) خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

پس خدا کا یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیتؑ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے ۔

اس آیت میں حضرت علی مرتضیٰؑ ، فاطمہ زہراؑ ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام کے داخل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ ازواج نبی کے داخل ہونے پر بعض اہل سنت کا اصرار ہے دوسری ذریت ان کے داخل ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صہ ۴۸۳، ۵۸۴ ۔ تفسیر کبیر جلد ۴ صہ ۷۸۴ ۔ تفسیر کشاف صہ ۱۹۳ ، ترمذی جلد ۲ صہ ۲۵۶ مسلم جلد ۲ صہ ۲۸ ۔ تفسیر خازن جلد ۵ صہ ۲۱۳ ۔ تفسیر ابن جریر جز ۲۲ صہ ۵ ۔ مشکوٰۃ اصح المطالب صہ ۵۰۸ ، صواعق محرقہ ۔ اسعاف الراغبین صہ ۱۰۵ تفسیر در منثور سیوطی جلد ۵ صہ ۱۹۹ ۔ مستدرک حاکم ۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ صہ ۳۲۳ ، ۲۹۲ ۔ طبقات ابن سعد ۔ اشعۃ اللمعات حاشیہ کوکب دری ۔ نور الابصار شبلنجی صہ ۱۰۱ ۔ مودۃ القربیٰ صہ ۳۴ ارجح المطالب صہ ۱۲۷ ۔ معجم کبیر طبرانی

آیہ نبوت اور خاتون جنت :-

(۳) ارشاد رب العزت ہے

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ
ان گھروں میں جن کے لئے خدا کا حکم ہے کہ انہیں بلند کیا جائے ان میں وہ مرد صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جنہیں نہ تجارت بے پروا کرتی ہے ذکر خدا سے اور نہ بیع و شرا

حضور اکرم سے نزول آیت کے بعد جب یہ سوال کیا گیا کہ اس سے کون سے گھر مراد ہیں تو فرمایا کہ بیوت انبیاء سائل نے خاتون جنت کے گھر کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ کیا یہ گھر بھی ان میں داخل ہے فرمایا:- بل من افاضلہا ـــــــ ان میں افضل ترین گھروں میں سے ہے (تفسیر در منثور)

ظاہر ہے کہ اس آیت میں گھر بلند کرنے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اسے دو منزلہ سہ منزلہ چو منزلہ بنایا جائے بلکہ یہی مطلب ہے کہ گھر اور گھر والوں کی شان بلند کی جائے اور ان کے رفعت کا اعتراف کیا جائے اسی وجہ سے حکم باری سے حضور نے صحن مسجد سے تمام دروازے بند کر دیئے مگر علیؑ و فاطمہؑ کے گھر کا دروازہ صحن مسجد میں کھلا رکھا۔
(وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ صد ۲۲۹ طبع مصر ۱۳۲۶ھ تاریخ الخلفاء صـ۱۷ ارجح المطالب صـ۲۱۷)

چنانچہ نزول آیۂ تطہیر کے بعد چھ ماہ یا نو ماہ تک آپ ہر نماز کے وقت خاتونؑ جنت کے دروازے پر اکثر فرماتے تھے۔

الصلوٰۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا

حافظ نذیر احمد صاحب مترجم و مفسر قرآن بھی خاتون جنت کو داخل اہل بیتؑ سمجھتے ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبویؐ کو پیغمبر صاحبؐ کی وفات کے بعد ہی ایسے تلاطم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا ادب و لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آگیا اور رشدہ شدہ منجر ہوا۔ اس نا قابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے (رویائے صادقہ)

حضرت علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا حسن مجتبیٰ اور امام حسین سید الشہداؑ کا آنحضرتؐ کے ساتھ مل کر چادر کے نیچے لیٹنا، اور آیہ تطہیر کا نزول یہ حضرت ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے اور حضرت عائشہ سے بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ایک شخص نے زید سے دریافت کیا۔ کیا ازواج نبی اہل بیت میں داخل ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اگر نکاح ہو جائے تو زوجہ گھر والی ہے مگر جب طلاق ہو جائے تو وہ اپنے گھر چلی جاتی ہے گھر والی نہیں رہتی۔ اہل بیتؑ انہیں کہتے ہیں جو کسی حالت میں گھر سے جدا نہ ہو سکتے ہوں (صحیح مسلم جلد ۲ باب التفسیر)

آیہ مباہلہ اور خاتونؑ جنت: آیہ مباہلہ کا نزول پھر مباہلہ کا واقعہ مشہور ہے۔ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله علی الکاذبین

ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو پس ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور بیٹوں کی جگہ حسنؑ و حسینؑ کو اور نساء کی جگہ خاتونؑ جنت کو اور انفس کی جگہ امیر المومنینؑ کو لے گئے تھے اور کھلے میدان میں ہاتھ اٹھا کر عرض کیا تھا اللھم ھولاء اھل بیتی۔ خداوندا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں (تفسیر کشاف جلد اول صد ۱۹۳ تفسیر کبیر جلد ۲ صد ۶۹ صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی صحیح نسائی۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ تاریخ الخلفاء صد ۱۱۴۔ مستدرک حاکم صواعق محرقہ کنز العمال۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی)

اس آیہ کے ذیل میں مباہلہ کا واقعہ ہر تفسیر و تاریخ میں موجود ہے۔ ابناء کی جگہ حسن و حسین، نساء کی جگہ خاتون جنت انفس کی جگہ امیر المومنینؑ کے سوا حضورؐ نے کسی کو ساتھ نہیں لیا۔ پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ یہی میرے اہلبیتؑ ہیں یعنی ان کے

سوا اہل بیت نہیں ہیں۔

بحرین اور علیؑ و فاطمہؑ: (۵) مرج البحرین یلتقیان۔ دو دریا ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بحرین سے مراد علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔

(ارجح المطالب صفحہ ۳۹) ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ پانی کے سمندر نہیں بلکہ علم و فضل طہارت و عفت و عصمت کے وہ سمندر ہیں جن کی حد صرف خدا جانتا ہے۔

سورہ کوثر اور خاتون جنت: (۶) کفار کو اعتراض تھا کہ آنحضرتؐ کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ مقطوع النسل بے اولاد ہیں۔ قدرت نے جواب دیا ہے۔

انا اعطیناک الکوثر۔ اے رسولؐ میں نے آپ کو کثیر اولاد دی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ بے اولاد ہیں ان سے کہہ دیں۔

ان شانئک ھو الابتر۔ خدا فرماتا ہے تمہارا دشمن بے اولاد ہے تم نہیں۔

رسول اسلام کی وہ کثیر اولاد جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے وہ خاتونؑ جنت کی اولاد کے سوا اور کہاں ہے۔ جب کہ حضورؐ نے بھی فرما دیا کہ میری نسل علیؑ و فاطمہؑ سے چلے گی۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲۔ صواعق محرقہ صفحہ ۵۳۔ ریاض النضرہ محب طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۷۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد اول صفحہ ۳۱۷ مجمع الزوائد بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ براہین قاطعہ صفحہ ۲ معجم البلدان طبرانی، مسند ابو سعید)

سورہ دہر اور خاتون جنت: (۷) یہ امر متفق علیہ ہے کہ جن ہستیوں کی شان میں سورہ دہر نازل ہوا۔ ان میں خاتونؑ جنت نہ فقط شامل بلکہ اس کی رکن رکین ہیں۔ حد یہ کہ ان کی خادمہ فضہؑ بھی اس میں شامل ہے۔

آیہ نسبا وصہرا اور خاتون جنت: (۸) جن کی وجہ سے امیرالمومنین علیہ السلام نسب رسولؐ کے علاوہ صہر رسولؐ بھی قرار پائے وہ خاتون جنت کی ذات ہے۔

علماء اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس رسالہ میں اس کا حوالہ موجود ہے۔

خاتون جنت کا حق فدک قرآن میں: (۹) قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز بغیر جنگ کے حاصل ہو وہ خالص رسولؐ کا مال ہے جب حضورؐ کو فدک ایک معاہدہ کے ذریعے ملا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وات ذالقربی حقہ — صاحب قرابت کو اس کا حق دیدو۔

یہ حکم نازل ہونے کے بعد خاتونؑ جنت کے پاس تشریف لاکر فدک خاتونؑ جنت کو ہبہ کرکے تحریر لکھ دی (تفسیر در منثور علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت خدیجہؑ جو دولت وثروت کی وجہ سے ملکہ عرب کہلاتی تھیں ان کی تمام دولت خدمت اسلام میں اس طرح صرف ہوگئی کہ ان کی رحلت کے بعد کچھ تھا ہی نہیں جو خاتونؑ جنت کو میراث میں ملتا۔ غالباً یہ حق تھا جو قدرت دینا چاہتی تھی۔

رسول اسلام کے ارشادات سیدۂ عالم کی شان میں

(۱) فاطمہؑ نساء جنت کی سردار ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں: یا فاطمۃ اما ترضین ان تکون سیدۃ نساء العالمین او سیدۃ نساء ھذہ الامۃ

اے فاطمہؑ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو

پھر فرماتے ہیں
فاطمۃ سید تونسآء اھل الجنۃ والحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ۔
فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں
(مشکوٰۃ طبع اصح المطابع صہ ۱۰۵)

پھر فرماتے ہیں۔
فاطمۃ سید تونسآء اھل الجنۃ۔ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔
(بخاری کتاب بدء الخلق صہ ۵۰ خصائص نسائی صہ ۳۴ ۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صہ ۲۰۲ ۔ طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۴۰ ۔ اسد الغابہ جلد ۵ صہ ۵۲۲)

پھر فرماتے ہیں۔
حسبک من نسآء العالمین الاربع تمہیں عالمین کی عورتوں میں چار کافی ہیں۔
مریم بنت عمران واسیہ بنت مزاحم مریمؑ بنت عمران ۔ آسیہؑ بنت مزاحم
وخدیجہ بنت خویلد و خدیجہؑ بنت خویلد اور میری دختر
فاطمۃ ابنتی۔ فاطمہ زہراؑ۔
(مطالب السؤل صہ ۲۳، ۲۴)

فاطمہ میرا جزو ہے :۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔
فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی۔
فاطمہ میرا حصہ ہے جس نے انہیں غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔
(بخاری باب مناقب فاطمہ جلد ۲ صہ ۱۰۹ مطبوعہ مصر مشکوٰۃ طبع اصح المطابع صہ ۵۶۸ مسلم جلد ۲ صہ ۲۹۰ ۔ کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۲۰ ۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ صہ ۳۲۸ شرح فقہ اکبر صہ ۱۳ ۔ حلیۃ الاولیا ابو نعیم جلد ۲ صہ ۴۰ ترجمہ مودۃ القربیٰ صہ ۱۰۲)
پھر فرماتے ہیں :۔

ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ ویرضیٰ برضاھا

یقیناً خدا فاطمہؑ کے غضب سے غضب ناک اور ان کی رضامندی سے راضی ہوتا ہے

(ترمذی جلد ۲ صہ ۳۱۹ ۔ مستدرک حاکم جلد ۳ صہ ۱۵۴ ۔ نور الابصار شبلنجی نزل الابرار بدخشی ۔ اسد الغابہ ۔ ابن اثیر جلد ۵ صہ ۵۲۲ ۔ اصابہ جلد ۴ صہ ۵۹ ۔ کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۱۹ میزان الاعتدال ذہبی جلد ۲ صہ ۷۲ ۔ ذخائر العقبیٰ صہ ۳۹ ۔ تفسیر کبیر ۔ تفسیر آیۂ مودت وایہ وفضیلتہ التی قودیہ ۔ معجم البلدان طبرانی)

پھر فرماتے ہیں :-

فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویوذینی ما اذاھا

فاطمہؑ میرا حصہ ہے مجھے وہ شے شک میں ڈالتی ہے جو انہیں شک میں ڈالے اور وہ شے اذیت دیتی ہے جو انہیں اذیت دے ۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح ۔ ابو داؤد حصہ ۱۲ ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ حلیۃ اولیاء ابو نعیم جلد ۲ صہ ۴۰) پھر فرماتے ہیں

فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی من اذاھا

فاطمہؑ میرا حصہ ہے جو انہیں اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتا ہے ۔

(الامامت والسیاست صہ ۱۴ صواعق محرقہ صہ ۱۰۷ ۔ خصائص نسائی صہ ۳۶ مستدرک جلد ۳ صہ ۱۵۹ ۔ ترمذی جلد ۲ صہ ۳۱۹)

فاطمہ زہرا انسیہ حوراء ہے :- حضور نبی اکرم فرماتے ہیں :-

ان ابنتی فاطمۃ حوراء آدمیۃ لم تحض لم تطمث ولذالک سمیت الزھراء ای الطاھرۃ فانھا لم ترو ماً فی حیض ولا فی ولادۃ

میری بیٹی حور ہے آدمی کی شکل میں انہیں کسی وقت ایام کی عادت نے مصلیٰ نماز سے نہیں روکا اس لئے ان کا نام زہرا یعنی طاہرہ رکھا گیا اس لئے کہ وہ ایام میں اور ولادت

یہ بھی اس نجاست سے ہمیشہ پاک رہیں۔

(صواعق محرقہ۔ معجم طبرانی)

فاطمہ اور ان کی ذریت پر دوزخ حرام ہے :- حضور فرماتے ہیں کہ

ان فاطمۃ احصنت نفسہا فحرمہا اللّٰہ و ذریتہا من النار

فاطمہؑ نے اپنے آپ کو ہر نقص سے محفوظ رکھا اس لئے ان پر اور ان کی ذریت پر دوزخ حرام ہے)

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۹۔ ذخائر العقبیٰ صفحہ ۴۸۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد ۴ صفحہ ۱۸۸۔

مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

فاطمہ زہرا سے رسول کی محبت :- حضور فرماتے ہیں

احب اھلی فاطمۃ — اہل بیت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب فاطمہؑ ہے۔

(صواعق محرقہ)

علی مرتضیٰؑ سے فرماتے ہیں :-

یا علی فاطمۃ احب الی منک و انت اعز علی منہا

اے علیؑ مجھے فاطمہؑ تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم فاطمہؑ سے زیادہ عزیز ہو (معجم طبرانی)

پھر فرماتے ہیں کہ جو فاطمہ زہراؑ کو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ فاطمہؑ میرا حصہ ہے۔ میرا دل ہے۔ میری روح ہے۔ جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

(نور الابصار شبلنجی، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

پھر فرماتے ہیں :-

یا سلمان من احب فاطمۃ ابنتی فہو فی الجنۃ معی و من ابغضہا — اے سلمانؑ جو میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت رکھے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو ان سے عداوت رکھے وہ

فنهو فی النار۔ یا سلمان حب فاطمۃ ینفع فی مائۃ من المواطن ایسر من تلک المواطن الموت والقبر والمیزان والمحاسبۃ فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت ابنتی فاطمۃ عنہ غضب اللہ علیہ (مودۃ القربیٰ - سید علی ہمدانی) وہ دوزخ میں جائیگا اے سلمان
فاطمہؑ سے محبت سو مقاموں پر نفع دے گی جن میں سب سے آسان مقام موت و قبر و میزان و حساب ہے۔ جس سے میری بیٹیؑ راضی ہو اس سے میں راضی اور جس سے میں راضی اس سے خدا راضی ہوگا۔ اور جس پر میری بیٹیؑ فاطمہؑ غضب ناک ہو اس پر خدا غضب ناک ہوگا۔

فاطمہؑ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔

آگے آگے حضور نبی اکرمؐ ان کے پیچھے سب سے پہلے فاطمہ زہرا علیہا السّلام جنت میں داخل ہوں گی (کنز العمال جلد ۶ صد ۲۱۹ - میزان الاعتدال ذہبی جلد ۲ صد ۱۳۱ کشف الغمہ)

انبیاءؑ و مرسلینؑ کی سواریاں میدان حشر میں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہر نبیؑ اپنی اپنی سواری پر سوار ہو کر آئے گا۔ حضرت صالحؑ اپنے ناقہ پر سوار ہوں گے۔ حسنؑ و حسینؑ ناقوں پر سوار ہوں گے۔ علیؑ میرے ناقہ پر سوار ہوں گے۔ میںؐ براق پر سوار ہوں گا۔ بلال ناقہ پر سوار ہو کر اذان دیں گے۔ (مستدرک حاکم جلد ۲ صد ۱۵۲، ۱۵۳ - کنز العمال جلد ۲ صد ۱۵۳ - اسد الغابہ - ابن زبیر جلد ۵ صد ۵۲۳ - ذخائر العقبیٰ صد ۴۸ معجم کبیر

خاتون جنت کی سواری میدان حشر میں:۔ سرور کائناتؐ ارشاد

فرماتے ہیں کہ جب میری بیٹی محشر میں آئے گی تو اس کے جسم پر حلۂ کرامت ہوگا جسے دیکھ کر لوگ حیرت میں ہوں گے پھر جو جنت کے حلے انہیں پہنائے جائیں گے ان پر بخطِ سبز یہ تحریر ہوگا۔ کہ اے بنت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پورے کروفر اور شان و شوکت سے داخل جنت ہوں۔ اور اس طرح روانہ ہوں گی جیسے عروس روانہ ہوتی ہے۔ آپ کے داہنے بائیں ستر ہزار حوریں ہونگی (ذخائر العقبیٰ صہ ۴۴) جب آپ کی سواری روانہ ہوگی تو عرش سے منادی آواز دیگا۔

یا اهل الجمع نکسوا رؤسکم وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ علی الصراط فتمر مع سبعین الف جاریة کمر البرق

اے اہل محشر اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تاکہ دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں پس آپ ستر ہزار حوروں کے ساتھ صراط پر سے برق کی طرح گذر جائیں گی (کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۱۶۔ صواعق محرقہ صہ ۱۱۴۔ ذخائر العقبیٰ محب طبری صہ ۴۴)

دروازہ جنت پر کونسا کلمہ لکھا ہے :۔

جب سردار دوجہان شب معراج عالم بالا پر تشریف لے گئے تو دروازہ جنت پر یہ کتبہ ملاحظہ فرمایا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حب اللہ والحسن والحسین صفوۃ اللہ وفاطمة خیرۃ اللہ علی باغضیھم لعنة اللہ

کوئی خدا نہیں سوائے خدائے وحدہ لاشریک کے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ علیؑ خدا کی حب ہیں حسنؑ و حسینؑ خدا کے منتخب ہیں۔ فاطمہ الزہرؑا کی چنی ہوئی ہے ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہے۔

علیؑ و فاطمہؑ کی وہ خصوصیات جو رسولؐ اسلام میں بھی نہیں

قالؐ لعلی اوتیت ثلاثا رسولؐ نے علی مرتضیٰؑ سے فرمایا تمہیں تین شرف ایسے ملے

لم يوتهن احد ولا انا اوتيت صهرا مثلي واوتيت زوجة صديقة مثل ابنتي ولم اوت مثلها زوجة واوتيت الحسن الحسين من صلبك ولم اوت من صلبي مثلهما ولكنكم منا وانا منكم

جو کسی کو نہیں ملا۔ حد یہ کہ مجھے بھی نہیں ملے تمہیں مجھ جیسا خسر ملا جو مجھے نہیں ملا۔ میری شاہزادی ایسی صدیقہ زوجہ ملی ایسی زوجہ مجھے نہیں ملی اور اپنے صلب سے حسنؑ و حسینؑ جیسے شاہزادے ملے ایسے مجھے اپنے صلب سے نہیں ملے لیکن تم ہم سے ہو اور ہم تم سے ہیں۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صہ ۲۰۲ اور ارجح المطالب صہ ۸۰)

تم سے صلح ہم سے صلح تم سے جنگ ہم سے جنگ۔

حضور فرماتے ہیں:

انا سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم

جس کی اے اہل بیتؑ تم سے صلح ہے اس کی مجھ سے صلح ہے اور جس کی تم سے جنگ ہے اس کی مجھ سے جنگ ہے (مشکوٰۃ اصح المطالب صہ ۵۷)

اہل بیتؑ سے محبت مجھ سے محبت ہے :۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

احبوا الله لما یرزقکم واحبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی

خدا سے محبت رکھو وہ خالق و رازق ہے۔ مجھ سے محبت رکھو۔ خدا کے لئے اور اہل بیتؑ سے محبت رکھو میرے لئے (مشکوٰۃ صہ ۵۷۳۔ ترمذی)

اہل بیتؑ ہی ذریعہ نجات ہیں

حضور نبی اکرم کا ارشاد ہے :۔

مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق و هوی (مشکوٰۃ صہ ۵۷۳)

میرے اہل بیتؑ کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس کشتی پر سوار ہو جائے نجات پا جائے گا اور جو اسے

چھوڑے غرق ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

اب رہا یہ کہ وہ اہل بیت کون ہیں اس پر ذات خداوندی گواہ ہے۔

ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا — وہ فاطمہؑ اور ان کے باپؐ اور شوہرؑ اور بچےؑ ہیں۔

رسولؐ اسلام کا آخری پیغام

۱۔ حضورؐ فرماتے ہیں

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ما ان تمسکم بھما لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

(درمنثور سیوطی جلد ۲ صد ۶۰)
(صواعق محرقہ ۷۵، مشکوٰۃ ۵۶۵/۹۴۹)

میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے میری عترتؑ یعنی اہل بیتؑ جب تک ان سے تمسک رکھو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے یہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔

ازواج نبیؐ کی گواہی۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے زیادہ کسی کو سچا نہیں دیکھا۔ ان کی رفتار و گفتار رسولؐ کے مانند تھی۔ (اسد الغابہ انجمن حمایت اسلام لاہور)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے خاتونؑ جنت سے زیادہ کسی کو سچا نہیں دیکھا ان کی رفتار و گفتار رسول کے مانند تھی۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ حضورؐ کو سب سے زیادہ فاطمہ زہراؑ اور علی مرتضیٰؑ سے محبت تھی وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے فاطمہؑ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی سب عورتوں کی سردار ہو۔

خاتونؑ جنت کو تلقین صبر۔

دنیا کی تلخیوں کی خبر دے کر آنحضرتؐ نے اپنی شاہزادی سے فرمایا۔

یا فاطمۃ اصبری علی مرارۃ الدنیا — اے فاطمہؑ دنیا کی تلخی پر صبر کرنا۔

(کنوز الحقائق)

سب سے پہلے رسولؐ سے ملنے والی۔

حضورؐ نے اپنی رحلت کی خبر دے کر اپنی دختر کو یہ خبر بھی دیدی۔

یا فاطمۃ انت اول لحوقا بی — اے فاطمہؑ تم سب سے پہلے میرے پاس آؤ گی (مشکوٰۃ اصح المطابق صہ ۵۰۶،

طبقات ابن سعد صہ ۳۹۔ طبرانی)

خاتون جنتؑ کا احترام امیر المومنینؑ کے دل میں۔

جب تک حضرت خدیجہؑ زندہ رہیں آنحضرتؐ نے دوسرا عقد نہیں کیا اور جب تک خاتونِ جنتؑ زندہ رہیں علیؑ نے کسی سے عقد نہیں کیا ان کی رحلت کے بعد ان کی وصیّت کے مطابق امامہ بنت ابوالعاص سے عقد فرمایا۔

خاتون جنتؑ اور طاعت خداوندی۔

آنحضرتؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا۔

ان ابنتی فاطمۃ ملاء اللہ قلبھا وجوارحھا ایمانا تفرغت لطاعۃ اللہ

خدا نے میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے دل اور اعضاء وجوارح کو ایمان سے بھر دیا ہے اب وہ سب سے فارغ ہو کر صرف طاعت خداوندی میں مصروف ہیں۔

(مناقب علامہ شہر آشوب جلد ۲ صہ ۱۲)

رسول اسلامؐ کا احترام خاتون جنتؑ کے دل میں۔

خاتون جنتؑ آنحضرتؐ کو ہمیشہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارا کرتی تھیں حضورؐ نے فرمایا بیشک تم مجھے بابا کہہ کر پکارا کرو۔

علامہ اقبالؒ کے دل میں طواف خاک قبر خاتون جنتؑ کی حسرت

علامہ اقبالؒ نے اس بارگاہ میں عقیدت کے جو پھول پیش کئے ہیں وہ بہت ہیں ان میں سے ایک شعر یہ ہے ؎ ورنہ گرد تربتش گردیدمے ۔ سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے ۔

خاتم النبیینؐ کی رحلت

جب مرض موت عارض ہوا تو یہ خبر سن کر سیدہؑ عالم فوراً باپ کے پاس پہنچ گئیں اور تیمار داری و خدمت گزاری میں مصروف ہو گئیں۔ آنحضرتؐ نے کچھ ایسا کلام فرمایا کہ رونے لگیں مگر اس کے بعد کوئی ایسی بات کہی کہ مسرت کے آثار نمودار ہو گئے۔ جب وہاں سے اٹھیں تو لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل امینؑ مجھے ہر سال ایک بار قرآن مجید سناتا تھا اس سال اس نے دو مرتبہ سنایا ہے۔ اب میرا آخری وقت قریب ہے۔ اس پر آپ رو پڑیں۔ کچھ دیر بعد فرمایا کہ میرے اہلبیت میں سے جو سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گا وہ تم ہو گی۔ اس لیے خوش ہو گئیں۔ پھر فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ جنت کی عورتوں کی تم سردار ہو گی اور عالم کی عورتوں میں سے کوئی ایسی نہیں جس کی ذریت اس قدر بزرگ ہو جیسے تمہاری ذریت۔ لہٰذا تمہارا صبر کسی سے کم نہ ہونا چاہیئے

اس کے بعد آپ کو سینے سے لگالیا اور اتنی دیر لگائے رہے کہ لوگ سمجھے کہ روح مفارقت کر گئی۔ پھر خاتون جنتؑ نے آواز دی تو آنکھیں کھول دیں اور سیدہؑ کو روتا دیکھ کر فرمایا کہ فاطمہ گریہ نہ کرو تمہارے رونے سے حاملان عرش رو رہے ہیں۔ یہ کہہ کر خود آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسو پونچھ کر دعا کی کہ خداوندا فاطمہؑ کو میری جدائی پر صبر کرامت فرما۔ پھر فرمایا جب میری روح قبض ہو تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا۔ فاطمہؑ زہرا نے منہ پر آنکھیں رکھ دیں اور کہا واکرب اباہ۔ آپ نے فرمایا۔ آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی کرب نہ ہو گا۔

اس کے بعد آپ ازواج سے رخصت ہوئے۔ سب کے آخر میں حضرت علی مرتضیٰؑ کو بلایا اور ان کا سر اپنے بازو پر رکھ کر فرمایا۔ فلاں یہودی کا مجھ پر قرض ہے جو جیش اسامہ کی تیاری کے لیے لیا تھا وہ ادا کرنا۔ تم پہلے شخص ہو گے جو حوض کوثر پر مجھ سے ملو گے۔

اور میرے بعد تم پر بہت سے مصائب گذریں گے مگر ان پر صبر کرنا اور تنگدل نہ ہونا اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے تو تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الاحباب)

انقلاب زمانہ: آنحضرت کی رحلت ہونا تھی کہ اصحاب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے فیصلوں اور آپس کے جھگڑوں میں اس طرح مصروف ہو گئے کہ رسول اسلام کے دفن و کفن کی بھی فکر نہ کی چنانچہ براہین قاطعہ صد ۱۳ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صد ۱۷۶ میں ہے۔ اس پر سب نے اجماع کیا ہے کہ زمانہ نبوت منقطع ہونے کے بعد فوراً امام کا نصب کرنا واجب ہے بلکہ اسے اہم واجبات سے شمار کیا ہے اسی وجہ سے اصحاب دفن رسول چھوڑ کر انتخاب خلیفہ میں مصروف ہو گئے اور شرح مواقف صد ۷۹۶ میں ہے کہ اصحاب نے انتخاب خلیفہ کیلئے سب سے اہم کام یعنی دفن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ترک کر دیا۔ اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ صد ۱۲ طبع مصر میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے حضرت ابوبکر سے یہ شکایت کی ہے کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ دیا۔ وقطعتم امرکم بینکم اور روضۃ الاحباب جلد اول صد ۱۳۵ میں ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا گیا اور آپ نے جواب دیا کہ میں خود حقدار خلافت ہوں اور اس پر دلیلیں پیش فرمائیں تو بشیر نے کہا کہ آپ بھی کچھ سقیفہ میں پیش فرما دیتے آپ نے جواب دیا کیا میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اطہر کو غسل دیئے اور تجہیز و تکفین اور دفن سے فراغت حاصل کئے بغیر جنازہ چھوڑ کر چلا آتا اور طلب حکومت کی فکر میں مصروف ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرائض غسل و تجہیز و تکفین و تدفین ادا کئے جس میں عقیل و عباسؓ اور ان کے تینوں فرزند اور معدودے چند اصحاب آپ کے ساتھ شریک رہے جنہوں نے دفن کے بعد خاتون جنت کے دروازے پر آ کر رسم تعزیت ادا کی۔

خلافت (حکومت) کے فیصلے کے بعد حضرت علی مرتضیٰ پر بیعت طلبی کے پیغام آنے لگے۔ جب آپ نے بیعت سے انکار کیا تو دروازہ پر لکڑیوں کے انبار لگا دیئے گئے اور آگ لگانے کا انتظام کیا جانے لگا جب کسی نے پوچھا:۔ اتحرق ھذا البیت وفیہ بنت رسول اللہ۔ کیا اس گھر کو جلا دو گے حالانکہ اس میں دختر رسول موجود ہیں۔ تو جواب دیا گیا وان۔ ہوا کریں (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ طبع مصر)

قضیۂ فدک:۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہونا تھی کہ دنیا خاتون جنت کو اس طرح بھول گئی کہ گویا انکے فضائل سنا تو

اوران کے خصوصیات اور آنحضرت کی شفقت و محبت و عظمت و احترام اوران کے حقوق کا کوئی علم ہی نہ تھا۔ دنیا کی نگاہیں پھر گئیں، رخ بدل گئے اور آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔

بجائے اس کے کہ مسلمان غسل و کفن و جنازہ و دفن میں شامل ہوتے رسم تعزیت ادا کر کے خاتون جنت سے اظہار ہمدردی کرتے۔ تسلی اور دلاسہ دیتے۔ آپ کے حقوق پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

جیسا کہ حافظ خان بہادر نذیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

جو شخص وفات رسولؐ سے سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ فاطمہؑ تھیں والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے سایہ اٹھ جاتا۔ اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا نمک بر جراحت تھا۔ ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو زہر کھا کر رہتا مگر ان کے صبر و ضبط ان ہی کے ساتھ تھے۔ پھر انہیں رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینے کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے رنج دیے تھے نہ بولیں نہ بات کی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازہ پر آنے کی منادی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (دریائے صادقہ صد ۱۰۲)

فتح خیبر کے بعد فدک کے یہودیوں نے آنحضرتؐ سے اس طرح مصالحت کی تھی کہ انہیں قبول اسلام پر مجبور نہ کیا جائے ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے زمین میں وہ زراعت کرتے رہیں گے۔ نصف آمدنی وہ لیں گے اور نصف حضور نبی اکرم کو ادا کریں گے۔ جب آیہ وآت ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے یہ زمین فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیا اور وثیقہ تحریر فرما دیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے فیصلہ کے دوسرے

دن فدک پر قبضہ کر کے خاتونِ جنت کے کارندوں کو نکال دیا گیا آپ نے مطالبہ کر کے وثیقہ پیش کیا تو گواہ طلب کئے گئے۔ امیر المومنینؑ اور حسنینؑ اور ام ایمنؓ نے گواہی دی تو اسے رد کر دیا گیا۔ آپ نے میراث کا مطالبہ کیا تو نحن معاشر الانبیاءؑ کی خود ساختہ حدیث جس کا صرف ایک گواہ تھا پیش کر کے میراث کے قرآنی قانون کو بدل دیا گیا کہ انبیاءؑ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو وارث بناتے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی متعدد آیات پیش کر کے ثابت کیا کہ انبیاءؑ وارث ہوتے بھی ہیں اور وارث بناتے بھی ہیں۔ میرے باپ کی کوئی حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ آخر آپ غضب ناک ہو گئیں اور ان سے کبھی کلام نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے معافی مانگی تو صاف فرمایا کہ میں تم دونوں سے ناراض ہوں اور تا حیات ناراض رہوں گی۔ ہر نماز کے بعد بد دعا کروں گی اور مرنے کے بعد آنحضرتؐ سے تمہاری شکایات کروں گی۔

(الامامت والسیاست ابن قتیبہ جلد اول طبع مصر)

آپ کا گریہ و ماتم :- یہ وہ اندوہناک واقعات تھے۔ جن سے متاثر ہو کر آپ ہر لمحہ غمگین اور شب و روز گریہ و زاری میں مصروف رہتی تھیں کوئی وقت نہ تھا جب باپ کی یاد تازہ نہ ہو۔ کبھی بچے رو رو کر آپ کو رلا دیتے تھے۔ کبھی بچوں کو دیکھ کر فرماتیں تمہارا وہ نانا کہاں گیا جو تمہیں کاندھوں پر چڑھاتا، سینہ پر سلاتا اور پیار کیا کرتا تھا۔ آپ کے نالہ و فریاد سے سننے والوں کے دل ہل جاتے تھے۔ امیر المومنینؑ نے جنت البقیع کے قریب بیت الاحزان بنوا دیا اور آپ دن بھر وہاں گریہ و بکا فرمایا کرتی تھیں۔

وفات حسرت آیات

رحلت سے قبل آپ روضہ رسولؐ پر تشریف لے گئیں۔ قبر و منبر کے درمیان دو

رکعت نماز ادا کی اور قبر مطہر کو سینہ سے لگایا اور قبر کی خاک سر و سینہ پر ملی۔ زیارت سے مشرف ہو کر دولت سرا واپس آئیں۔ اسماءؓ بنت عمیس ہر وقت خدمت گزاری میں مصروف تھیں۔ آپ نے غسل فرمایا۔ آنحضرتؐ کی چادر اوڑھی اور فرمایا کہ میں حجرہ میں جاتی ہوں۔ کچھ دیر بعد آواز دینا۔ اگر آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے باپ کے پاس چلی گئی ہوں۔ (ذخائر العقبیٰ محب طبری صـ۵۳ مستدرک امام احمد بن حنبل جلد ۶ صـ۴۶۱۔ اسد الغابہ۔ ابن اثیر جلد ۵ صـ۵۹)

کچھ دیر بعد اسماء نے حجرہ کی طرف رخ کر کے آواز دی یا ام الحسن والحسین یا بنت رسول اللہ۔ تین مرتبہ آواز دی کوئی جواب نہیں آیا۔ اندر داخل ہوئیں تو دیکھا آپ رحلت فرما چکی ہیں۔ اسماء گریباں چاک کر کے باہر نکلیں تو حسنؑ و حسینؑ نظر آئے۔ مادر گرامی کی بابت انہوں نے دریافت کیا تو اسماء کوئی جواب نہ دے سکیں۔ اندر داخل ہوئے تو دیکھا رحلت فرما چکی ہیں۔ مسجد میں امیر المومنینؑ کو خبر پہنچی تو غش کھا کر گر پڑے پانی چھڑکا گیا تو ہوشیار ہوئے۔ گھر میں داخل ہو کر چادر اٹھائی تو سر کے قریب ایک رقعہ ملا اس پر تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فاطمہ زہراؑ کی وصیت ہے اور وہ گواہی دیتی ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ یقیناً جنت حق ہے۔ نار حق ہے۔ بلا ریب قیامت آنے والی ہے اور خدا سب کو محشور کرے گا۔ اے علیؑ میں فاطمہؑ بنت رسول اللہ ہوں۔ خدا نے میری تم سے تزویج کی تاکہ میں دنیا و آخرت میں تمہاری رہوں اور تم میرے لئے سب سے بہتر ہو۔ لہٰذا تم مجھے غسل دینا۔ حنوط و کفن دینا اور نماز کے بعد رات کو مجھے دفن کرنا اور کسی کو خبر نہ کرنا) جب رات آئی تو آپ نے غسل دیا۔ کفن پہنایا اور نماز ادا کی۔ جب دفن کرنا چاہا تو بقیع کے ایک مقام سے آواز آئی میری طرف لے آؤ

اور قبر کھدی ہوئی نظر آئی اس طرف تابوت لے گئے اور قبر میں معصومہ کو دفن کر دیا۔
امیرالمومنینؑ نے قبر کے کنارے بیٹھ کر زمین سے خطاب فرمایا۔ اے زمین میں اپنی امانت تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہیں زمین سے آواز آئی۔ اے امیرالمومنینؑ تم مطمئن رہو میں تم سے زیادہ ان پر مہربان ہوں۔ پھر آپ نے قبر بند کر کے زمین برابر کر دی (مودۃ القربیٰ)
نورالابصار شبلنجی میں ہے کہ جب آخر وقت سیدہ عالم قبر رسولؐ پر تشریف لے گئیں تو قبر کی خاک آنکھوں پر اور چہرہ پر مل کر فرمانے لگیں۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد ؞ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انہا ؞ صبت علی الایام صرن لیالیا

کرمانی کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؑ نے غسل دیا اور نماز پڑھائی اور حسب وصیت رات کو دفن فرمایا۔ (عینی شرح بخاری)
حضرت سیدہ طاہرہؑ رسولؐ اسلام کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور جب وفات پائی تو ان کے شوہر علی مرتضیٰؑ نے رات کے وقت دفن کیا۔ حضرت ابوبکر کو اجازت نہیں ملی۔ حضرت علی ہی نے ان پر نماز پڑھی (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)
بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ نے شرکت کی خواہش کی مگر اسماءؓ نے انہیں روک دیا اور کہا کہ خاتون جنت نے منع فرمادیا ہے۔

آپ کا مدفن: ۔ آپ کے مدفن کے متعلق چار قسم کی روایات ہیں۔
اوّل:۔ پشت قبر رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اب مسجد نبوی کے اندر ہے جہاں علیحدہ دروازہ بنا ہوا ہے۔
دوم:۔ قبر مطہر اور منبر رسولؐ کے درمیان۔ جہاں شیعہ زیارت پڑھتے ہیں۔
سوم:۔ بیت الحزن۔ جو جنت البقیع سے قریب ہے جہاں خاتون جنت

روزانہ جاکر اپنے باپ پر گریہ وزاری کیا کرتی تھیں امیرالمومنینؑ نے وہاں مسجد نبوی بنوا دی

چہارم :- جنت البقیع میں جو بیت الحزن موجود تھا اور منہدم کر دیا گیا۔

اولاد امجاد :- آپ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ سب سے بڑے حضرت امام حسنؑ جو ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ دوسرے حضرت امام حسینؑ جو ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ تیسری حضرت زینب علیہا السلام جو ۵ھ میں متولد ہوئیں اور جن کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا۔ چوتھی حضرت ام کلثوم علیہا السلام جو ۷ھ میں پیدا ہوئیں۔ جن کا نکاح محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔ پانچویں حضرت محسنؑ کا حمل ہوا اور شکم میں شہید ہوئے اس فرزند کا نام حضور ختمی مرتبتؐ نے اپنی حیات میں مقرر فرما دیا تھا۔

بنات رسولؐ کا شاخسانہ

مسلمانوں کا ایک گروہ مدت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ کسی طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت کی بیٹیاں چار تھیں۔ سب سے زیادہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ رقیہ و ام کلثوم آنحضرت کی صلبی بیٹیاں تھیں جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کو بیاہی گئیں اور اس بنا پر حضرت عثمان کو غنی سے بھی زیادہ ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے یعنی دو نوروں والے۔ تاکہ اگر حضرت علی ایک رشتہ سے داماد رسول مانے جاتے ہیں تو حضرت عثمان دو رشتوں سے داماد رسول قرار پا جائیں۔ لطف یہ ہے کہ اس اصرار میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو ہنوز خود رسول مقبولؐ کو نور تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

شرف و بزرگی کا قرآنی قانون :- جو شرف و بزرگی قانون قرآن و سنت سے ثابت ہو جائے۔ اس کے تسلیم کرنے

ہیں کسی مسلمان کو پیش نہیں ہو سکتا مگر تعجب ہے کہ اس پر اصرار ان لوگوں کا ہے جو اپنے مذہب کے عالم اور پیشوا کہے جاتے ہیں اور قرآن دانی اور حدیث فہمی کے دعوے کے علاوہ اپنے آپ کو قرآن و سنت کا پابند سمجھتے ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ رشتوں کی پستی سے کوئی بلند پست نہیں ہو جاتا اور بلندی سے کوئی پست بالا نہیں ہو جاتا۔ رشتہ عارضی رسی کے مانند ہوتا ہے جب باندھ دی جائے تو رشتہ جڑ جاتا ہے اور جب طلاق وغیرہ کے ذریعہ کھول دی جائے تو رشتہ پر تکیہ کرنے والا وہیں نظر آتا ہے جہاں پہلے تھا قرآن مقدس نے اس کے لئے کھلے ہوئے اصول تعلیم فرمائے ہیں۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ — جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کا انعام پائے گا

ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ — اور جو ذرہ برابر بدی کریگا اس کی سزا پائے گا

پھر فرماتا ہے۔

ان لیس للانسان الا ما سعی — انسان کے لئے نہیں مگر وہ جس کی خود کوشش کرے۔

پھر فرماتا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم — خدا کے نزدیک تم میں بزرگ ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور پڑھتے رہتے ہیں کہ فرعون جیسے کافر کی زوجہ حضرت آسیہ کیسی مومنہ اور بلند کردار اور حضرت نوح اور حضرت لوط جیسے پاک پیغمبروں کی بیبیاں ایسی کہ زوجہ نوح کے تنور سے طوفان کی ابتدا ہوئی۔ وہ غرق ہوتی رہی اور نبی دیکھتا رہا۔ بیٹے کو غرق ہوتا دیکھ کر فریاد بھی کی تھی مگر زوجہ کے غرق ہونے پر کوئی التجا نہیں فرمائی اور زوجہ لوط پر پتھروں کا مینہ برسایا گیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی۔ پھر خداوند عالم نے ایک ہی آیت میں یہ رشتہ بھی ظاہر کر دیا اور عذاب کی وجہ

بھی بتلادی۔

کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما — یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی گھر والی تھیں مگر دونوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی۔

کیا اس کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے کہ نجات اخروی کا دارومدار رشتہ ناطہ پر نہیں بلکہ کردار پر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے تکلف سے بری ہے حسن ذاتی اسی مفہوم کو رب العزت نے اس آیت میں ظاہر فرمایا ہے۔

لاتجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولوکانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (پ ۲۸) — جو قوم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ ان لوگوں سے محبت نہیں رکھتی جو خدا کے مخالف ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا بھائی یا اہل خاندان کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح اس آیت میں آخرت کی تصویر کشی فرمائی ہے۔

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ

قیامت کا دن وہ دن ہوگا جب بھائی بھائی سے اولاد ماں باپ سے بھاگ رہے ہونگے

ان آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کسی شخص کی رفعت و بلندی کا معیار حسن عمل اور بلندی کردار ہے نہ کہ رشتے وغیرہ۔

حضرت امیر المومنین کے مدارج کی بلندی اس لئے نہیں کہ ان کا عقد خاتون جنت سے ہوا بلکہ ان کی ذات اور صفات وکمالات کے تقدس کی بنا پر ہے جس کی وجہ سے وہ صدیقہ طاہرہ کے ہم وزن قرار پا سکے جیسا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لولا علی ما کان لابنتی فاطمۃ کفو آدم ومن دونہ

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بناتِ رسول کی تحقیق

کتاب و سنت و روایت و درایت کی روشنی میں

چوں کہ بار بار یہ تقاضے کیے جاتے رہے ہیں کہ اگر آنحضرت کی دختران چار نہیں ہیں تو اس کی تردید کی جائے اس لیے مجبوراً اس کی حقیقت واضح کی جاتی ہے تاکہ اس سلسلے میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہو جائیں۔

مگر اس سے پہلے مجھے قائلین بنات رسول سے خصوصاً یہ دریافت کرنے کا بہرحال حق حاصل ہے کہ وہ کم از کم اپنی ہی کتب سے یہ فیصلہ کرا دیں کہ حضور نبی اکرم کی اولاد کس قدر تھی۔ بیٹے کس قدر تھے اور بیٹیاں کس قدر تھیں ان لڑکوں اور لڑکیوں کے نام کیا کیا تھے اگر لڑکوں کی تعداد میں اتفاق ہے تو میں ہدیہ مبارک باد پیش کروں گا۔ اور اگر اختلاف ہے تو کیوں۔ اس لیے کہ انہیں اصحاب دیکھتے رہتے تھے اسی طرح لڑکیوں کی تعداد میں اتفاق ہے یا اختلاف۔ اگر لڑکیوں کے بارے میں جو پردہ نشین تھیں۔ اتفاق ہے تو پھر لڑکوں کے بارے میں جنہیں سب دیکھتے تھے اتفاق کیوں نہیں۔ اسی طرح لڑکیوں کے ناموں میں اختلاف ہے یا اتفاق ہے اگر اتفاق ہے تو یہی اتفاق لڑکوں کے ناموں میں کیوں نہیں۔ جو گھر سے باہر بھی آ سکتے تھے۔ کیا اولادِ رسول کی کوئی حتمی اور آخری تعداد بھی بتلائی جا سکتی ہے جس کے خلاف کوئی روایت نہ ہو یا نہیں اگر بتلائی جا سکتی ہے تو وہ کیا ہے اگر نہیں بتلائی جا سکتی تو کیوں۔ اسی طرح ترتیب ولادت پر اتفاق ہے یا اختلاف۔ اگر اختلاف ہے تو کیوں۔ جن راویوں کو ترتیب ہی کا علم نہ ہو انہیں تعداد کا علم کیوں کر ہو سکتا ہے اور جنہیں اولاد ذکور کی تعداد معلوم نہیں وہ اولاد اناث کی حتمی تعداد کیوں کر بتا سکتے ہیں کیا کوئی یقین کے ساتھ بتا سکتا ہے

کہ کون کونسی اولاد قبل بعثت متولد ہوئی اور کون کونسی بعد بعثت۔ اس پر اتفاق ہے یا اختلاف اگر اختلاف ہے تو کیوں۔ دختران کے عقد کب کب ہوئے اور کس کس سے ہوئے اور کس کس سے کس کس کو طلاق ملی۔ اور کب اور کیوں۔ کس کس لڑکے یا لڑکی نے کب کب انتقال کیا اور کس کس کے کیا کیا خصوصیات تھے۔ ہجرت حبشہ کب ہوئی اور حضرت رقیہ حبشہ گئی تھیں یا نہیں۔ کب گئیں اور کب واپس آئیں۔ آنحضرت کی سب سے بڑی اولاد کونسی تھی اور سب سے چھوٹی اولاد کون سی تھی۔ سب سے بڑی اولاد کی ولادت کب ہوئی۔ جب تک ان حقائق کا فیصلہ تاریخ کی روشنی میں نہ کر لیا جائے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اموی حکومت کی قرارداد یعنی سرکاری دختران کو دختران رسول تسلیم کرنے پر مجبور کرے۔

حضور نبی اکرم کی ولادت کی تاریخ میں اگر اختلاف ہوتا تو تعجب خیز بات نہ تھی اس لئے کہ اس وقت بنی ہاشم کے سوا اس گھر سے کسی کا تعارف ہونا ضروری نہ تھا مگر جو قوم حضور کی وفات کی حتمی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور آج تک تاریخ میں اختلاف موجود ہے اس سے دختران رسول کے متعلق حتمی فیصلہ کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

چنانچہ یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک وفات کی متعدد تاریخیں بتلائی جاتی ہیں۔ جن کی آخری ۱۲ ربیع الاول ہے اس لئے اسے بارہ وفات کہتے ہیں۔

بضعۃ الرسول بتولی عذرا حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کی مقدس اور پاکیزہ سیرت عدیم المثال سوانح حیات عقل و بصیرت رکھنے والے منصف مزاج کے سامنے ہیں۔

آیہ مودت:۔ آیہ تطہیر۔ آیہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع آیہ مرج البحرین آیہ اٰت ذالقربیٰ حقہ آیہ ان شانئک ھوالابتر آیہ نسبا وصہرا آیہ مباہلہ سورۂ دہر اور ان کے تفاسیر پکار کر نشاندہی کر رہی ہیں کہ انکا تعلق

صنف نساء میں صرف خاتون جنت ہے ہے۔
حضور نبی اکرمؐ سیدۃ نساء اہل الجنۃ کا خطاب دیتے ہیں تو خاتون جنت کو بضعۃ منی فرماتے ہیں تو خاتون جنت کو۔ اپنی اور خدا کی رضامندی اور ناراضگی کا معیار قرار دیتے ہیں تو خاتون جنت کو ___ انسیہ حورا کے لقب سے ملقب فرمائی جاتی ہیں تو خاتون جنت۔ مودت کا اعلان کیا جاتا ہے تو خاتون جنت سے۔ حضور کو سب سے زیادہ مودت ہے تو خاتون جنت سے۔ دوزخ کی آگ حرام ہوتی ہے تو خاتون جنت اور ان کی ذریت پر۔ بتول عذرا قرار پاتی ہیں تو خاتون جنت رسول مقبول معراج پر تشریف لے جاتے ہیں اور دروازہ جنت پر خیرۃ اللہ کا لقب کندہ ہے تو خاتون جنت کے لئے۔ نساء رسول سے مراد ہیں تو خاتون جنت۔ اہل بیت میں داخل ہیں تو خاتون جنت۔ نجات کا ذریعہ ہیں تو اہل بیت۔ سفینہ نجات ہیں تو اہل بیت۔ ذریعہ رسول اور قرآن کے ہم وزن ہیں تو اہل بیت۔ حضور پر نور فدک ہبہ کرتے ہیں تو خاتون جنت کو۔ حضور کے نور سے خلق ہوتی ہیں تو خاتون جنت۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی درخواستیں روکر کے عرش بریں پر خداوند عالم ملائکہ کو گواہ کر کے خود نکاح فرماتا ہے اور حضور کو علی سے نکاح کا حکم دیتا ہے تو خاتون جنت کے لئے۔ حضرت عمر علی سے نکاح کو آپ کا طرۂ امتیاز قرار دیتے ہیں تو خاتون جنت سے۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ صادق اور صدیقہ کہتی ہیں تو خاتون جنت کو۔ رسول کی رفتار و گفتار کی گواہی دیتی ہیں تو خاتون جنت کیلئے۔ امام شافعی علی سے نکاح کو قابل فخر قرار دیتے ہیں تو خاتون جنت سے۔ روز محشر ستر ہزار حوروں کے درمیان ناقہ نور پر سوار ہو کر سواری گزرے گی تو خاتون جنت کی۔ اہل محشر کو حکم ہوگا کہ سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو کیونکہ دختر رسول کی سواری گزر رہی ہے تو خاتون جنت کے لئے۔ آنحضرت کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی تو خاتون جنت۔ سورہ دہر نازل ہوا تو خاتون جنت

اوران کے شوہر اور بچوں اور کنیز کی شان ہیں ۔ جس پردہ دار کا آدم سے قیامت تک علی کے سوا کوئی ہم وزن نہیں ہو سکا وہ خاتون جنت ہیں ۔ جو شکم مادر میں ماں سے کلام کر کے ان کا دل بہلاتی رہیں وہ خاتون جنت ہیں ۔ جس کے لئے آسیہ و حوا و خواہر موسیٰ اور حضرت مریم دایہ اور خادمہ بنیں وہ خاتون جنت ہیں ۔ جس نے باپ کے کاندھوں سے اوجھڑی اتاری وہ خاتون جنت ہیں ۔ جو احد میں باپ کی خبر سن کر میدان میں پہنچ کر باپ کے زخم دھوتی رہی وہ خاتون جنت ہے ۔ جس نے غزوہ خندق میں میدان میں جا کر باپ کی فاقہ شکنی کرائی وہ خاتون جنت ہے ۔ جس کے گھر جنت سے کھانے آتے رہے وہ خاتون جنت ہے ۔ جس کی خادمہ فضہ نے بیس سال تک قرآن کے سوا کوئی کلام نہیں کیا وہ خاتون جنت ہیں ۔ جو رسول کے آخری وقت سرہانے بیٹھ کر روتی رہی وہ خاتون جنت ہے ۔ جس کو رسول نے خبر دی کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن کے گھر ملائکہ چکی پیستے رہے وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن سے حسن و حسین اور زینب و ام کلثوم جیسی اولاد پیدا ہوئی جن پر انسانیت کو ناز بلکہ خلق کرکے توحید کو فخر ہے تو وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن کے جنازہ کے لئے تابوت تیار کیا گیا کہ کفن پر بھی پردہ شب میں کسی کی نظر نہ پڑے وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن کو باپ وصیت کر گئے کہ اے فاطمہ دنیا کی تلخیوں پر صبر کرنا وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن سے محبت رکھنے والے شہید مرتے ہیں وہ خاتون جنت ہیں ۔ جن کے روضے کے طواف کی علامہ اقبال تمنا رکھتے ہیں وہ خاتون جنت ہیں جن کی تعظیم رسول اسلام کیا کرتے تھے وہ خاتون جنت ہیں ۔

عرب کے ایک شاعر نے اپنے حریف جریر سے خطاب کر کے کہا ہے ۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم ؛ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یہ ہیں میرے باپ دادا اے جریر جب مجمع میں جمع کرے تو تم بھی ان کے ایسے لے آؤ تو جانیں مگر نہیں لا سکتے

ہم نے خاتون جنت کے چند خصوصیات کی فہرست پیش کر دی ہے اب اگر کسی اور کو بھی ان کی ہمسری کا دعوےٰ ہے تو بیشک انہیں پیش کر دیں مگر یہی خصوصیات اور صفات پیش کرنا ہوں گی جو خاتون جنت کے لئے ثابت ہیں۔

خاتون جنت کی وحید و فرید عظمت: اگر واقعاً آنحضرت کی چار بیٹیاں تھیں۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ زہرا علیہا السلام تو پھر کیا وجہ ہے کہ سب سے چھوٹی شاہزادی کے یہ خصوصیات یہ کمالات یہ کرامات یہ عظمت یہ عزت و احترام یہ انتہا یہ انجام کہ زنانِ عالم میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت مریم و آسیہ و حوا و خدیجہ بھی یہ منزلت حاصل نہ کر سکیں باقی تین بیٹیاں جو سن میں ان سے بزرگ بھی تھیں وہ یکسر ہر شرف اور فضیلت سے اس طرح محروم رہیں کہ نہ ان کی سیرت پر کسی نے قلم اٹھایا نہ ان کے مراتب و درجات کسی کو معلوم۔ نہ ان کے فضائل و مناقب کا کسی کتاب میں ذکر اور نہ قرآن مقدس میں ان کی عظمت و شان کا تذکرہ نہ رسول اسلام کی زبان پر ان کی مدح۔ نہ کتب حدیث میں ان کے مدارج کا بیان۔ یا تو یہ بیان کر دیا جائے کہ معاذ اللہ وہ مسلمان نہیں ہوئیں مشرک رہیں یا وہ نیک کردار نہ تھیں یا ان پر کوئی الزام عائد کیا جا سکتا ہے اس لئے ان کا ذکر حدیث اور تاریخ سے حرف غلط کی طرح محو کر دیا گیا اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو یہ فرق بلکہ بلحاظ علمیہ ترجیح مرجوح علی الراجح بلکہ ترجیح بلا مرجح کیوں روا رکھی گئی اور یہ ایسا جرم ہے جس کی آج تک کسی نے فریاد بھی نہ کی اور خاتون جنت کے فضائل و مناقب سے صحاح ستہ کے باب کے باب چھلک رہے ہیں۔

رسول اسلام کے انصاف کا تقاضا: جب کتب اہل اسلام پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے ایسی کتاب نہیں ملی جس میں کم یا بیش خاتون جنت کے فضائل مذکور نہ ہوں۔ کتب حدیث نے تو پورا پورا باب آپ کے فضائل میں درج کیا ہے وہ کتب اس کے علاوہ ہیں جو صرف آپ ہی کی شان

میں تالیف کی گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ فضائل و مناقب کسی نے اپنے دل سے نہیں لکھے بلکہ جو کچھ آنحضرت نے فرمایا تھا اسے نقل کیا ہے۔

حدیث ہے کہ بخاری نے کتاب بدر الخلق میں اور مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صد ۲۸۲ میں امام احمد بن حنبل نے اور صاحب کواکب مضیئہ نے صفحہ پر یہ حدیث بھی درج کردی ہے کہ

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة — فاطمہ جنت کے عورتوں کی سردار ہے

اسی طرح حدیث

فاطمة بضعة منى من اغضبها اغضبنى — فاطمہ میرا حصہ ہے جس نے انہیں غضب ناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

کو بخاری میں جابجا صحیح مسلم مشکوٰۃ ترمذی غرض ہر محدث بلکہ مفسرین نے بھی درج کر کے تسلیم کیا ہے۔

تعجب ہے کہ وہ رسول جو اخلاق کا مجسمہ انصاف کا پیکر عدل کی جیتی جاگتی تصویر تھے وہ اپنی چھوٹی دختر کی شان میں تو احادیث کے اس طرح دریا بہادیں کہ اگر آج کتب اہل اسلام سے منتخب کر کے جمع کر لیا جائے تو ان کا بار اونٹ نہ اٹھا سکے اور ان کی بڑی بہنوں کی شان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ارشاد فرمائیں جسے محدثین درج کرتے۔ کیا وہ رسول جو :-

انك لعلى خلق عظيم — آپ یقیناً عظیم خلق والے ہیں۔

کا مصداق ہو۔ کیا ان سے یہ ناانصافی اپنی اولاد کے حق میں ہو سکتی ہے اور جو اپنے گھر میں انصاف نہ کر سکے وہ کائنات کو عدل و انصاف کا کیا درس دے گا۔

ماں ہو یا باپ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں بلا وجہ تفریق کرتے۔ چہ جائیکہ چھوٹے کو بڑھا دے اور بڑوں کو گھٹا دے یہ ناانصافی کسی گھر میں کی جاتی تو اسے ضرور محسوس کیا جاتا ہے۔ خاص کر وہ اولاد ضرور محسوس کرتی ہے جس سے ناانصافی کی گئی ہو

بلکہ وہ شکایت کئے بغیر نہیں رہتی۔ بالفرض اگر باپ کا ادب ان دختران کو مانع تھا تو کیا انہوں نے اپنی ماں حضرت خدیجہ یا کسی اور رشتہ دار سے اس ناانصافی کی شکایت کی ہے مجھے معلوم ہے کہ اس کا جواب دنیائے تاریخ میں نفی کے سوا کچھ نہیں ہے حد ہے کہ ان دختران کی شادیاں ابوالعاص کافر عتبہ و عتیق پسران ابولہب جیسے کافر سے کردی جائیں اور چھوٹی دختر کے لئے بڑے بڑے دولتمند اصحاب کی درخواستیں رد کرکے فیصلہ خدا پر چھوڑا جائے۔ خدا عرش پر نکاح کا فیصلہ کرے اور نبی فرش پر عقد پڑھیں۔ عرش پر ملک گواہ ہوں اور فرش پر اصحاب رسولؐ۔

ظاہر ہے کہ جب خاتون جنت کے عقد کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا گیا تو خدا کسی کافر یا مشرک سے عقد تجویز نہیں کرسکتا تھا۔ جہاں مسلمانوں مومنوں اصحاب کبار کی درخواستیں رد کرنے کے قابل سمجھی گئیں وہاں اسی بزرگ سے عقد تجویز ہوسکتا تھا جس کا مثل رسول کے بعد کائنات میں کوئی مرد نہ ہو۔ اس لئے فرمادیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو آدمؑ سے لے کر قیامت تک فاطمہ کا ہم پلہ پیدا ہی نہیں ہوا جس سے ان کا عقد کیا جاتا۔

اسی لئے فرمایا تھا کہ تین آدمی کبھی کافر نہیں رہے۔ ایک مومن آل یٰسین دوسری آسیہ بنت مزاحم تیسرے علی بن ابی طالب (تفسیر درمنثور سیوطی)

پھر فرماتے ہیں کہ علی مرتضےٰ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی اسی لئے انہیں کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں (استیعاب علامہ ابن عبدالبر۔ مسند امام ابوحنیفہ)

بعثت سے قبل حضور نبی اکرم کا دین و مذہب

کون کہہ سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم بعثت سے قبل مسلمان نہ تھے آپ نہ فقط مسلمان نہیں بلکہ کائنات میں سب سے پہلے مسلمان تھے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:۔

قل امرت ان اکون اول من اسلم۔ کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان ہوں۔

پھر فرماتا ہے۔ قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ ج وبذالک امرت و انا اول المسلمین (پ ۸ ع ۷)۔ (اے رسول) تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز میری عبادت میرا جینا میرا مرنا سب خدا ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور کی ولادت سے ۴۰ برس تک کوئی شریعت موجود نہ رہی ہو۔ قدرت نے کوئی زمانہ اپنی شریعت سے خالی نہیں رکھا ورنہ متواتر بعثت انبیاء بیکار ہو جاتی۔ جس طرح بنی اسرائیل کے لئے موسوی و عیسوی شریعت تھی اسی طرح بنی اسماعیل میں ملت ابراہیم جاری تھی اور حضور کی بعثت تک جاری رہی۔ اولاد اسماعیل اس شریعت کی مکلف تھی۔ بنی اسماعیل میں خدا کے نیک بندے خصوصاً حضور کے آباؤ اجداد اس کے پیرو تھے وہ حضور کے پاک اور مقدس نور کے امانت دار تھے۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو رسول دنیا بھر کو دین سکھانے آیا ہو۔ وہ تبلیغ سے قبل خود کسی دین کا پابند اور کسی شریعت پر عامل نہ ہو۔ اب یہ کہ وہ ملت کیا تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو جاتا ہے ملۃ ابیکم ابراہیم۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔ و اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ ابراہیم کے دین حنیف کی پیروی کرو بعثت کے بعد حضور صلعم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم بالکل وہی تھی جس کا نام اسلام ہے جیسا کہ خداوند عالم نے خود تصریح فرما دی ہے کہ ما کان ابراہیم یہودیا و لا نصرانیا و لکن حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین۔ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ پکے مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

حضرت ابراہیم بارگاہ رب العزت میں دعا کر رہے ہیں واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔ جب خلیل و اسماعیل عمارت کعبہ تعمیر کر رہے تھے تو حضرت ابراہیم یہ دعا کر رہے تھے واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ (خداوندا) ہم دونوں کو براہ راست صرف اپنا تابعدار رکھ اور ہماری ذریت سے بھی ایک گروہ براہ راست اپنا تابعدار خلق فرماتا رہ۔

یہ غلط فہمی نہ ہو کہ حضور کو حضرت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ عالمین کا رسول ان انبیا کا تابع نہیں ہو سکتا جن کی خلقت ان کے نور کے پسینہ سے ہوئی ہو۔ خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ ابراہیم کی پیروی کرو یہ حکم دیا ہے کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو۔ دین وملت رسول نہیں بلکہ خداوند عالم مقرر فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے۔

شرع لکم الدین۔ دین کا قانون خدا نے بنایا ہے۔ پھر فرماتا ہے ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی (آل عمران پ ۱۵) ابراہیم سے زیادہ خصوصیت تو ان لوگوں کو تھی جو خاص انکی پیروی کرتے تھے اور اس پیغمبر کو۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ ابراہیم کا اتباع کرنیوالے اور ہیں اور ہمارا نبی اور ہے ان آیات کے مطالعہ کے بعد کسی کم فہم کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ بعثت سے قبل بھی حضور کا دین اسلام تھا جس کا نام اک وقت ملت ابراہیم تھا ابراہیم بھی مسلمان تھے حضرت ابراہیم کے چچا آذر کے ذکر میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فلما تبین لہ انہ عدو اللہ تبرأ منہ۔ جب یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ کا چچا آذر خدا کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے تبرا کیا۔ سگے چچا کو کافر پا کر حضرت ابراہیم اس سے تبرا کر رہے ہیں اور ہمارے نبی اپنے چچا ابولہب اور اس کے فرزندوں کو کافر اور دشمن اسلام دیکھ کر اپنی لڑکیاں انہیں بیاہ دیں یہ کیونکر ممکن ہے اگر معاذ اللہ رسول نے ایسا کیا ہو تو ملت ابراہیم کی پیروی کہاں گئی۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے براہ راست قرآن مجید میں حکم نازل فرمایا ہے۔ ولا تنکحوا المشرکین مشرکوں سے نہ بیاہنا۔ ایک طرف ملت ابراہیم ہے کہ حضرت ابراہیم بت پرست سے تبرا کرتے ہیں دوسری جانب خداوند عالم غیر مبہم الفاظ میں حکم دیتا ہے کہ مشرکوں کو لڑکیاں وغیرہ نہ دینا۔ ان دونوں قانونوں کے برخلاف اگر حضور نے عمل فرمایا اور اپنی بیٹیاں مشرکوں کو دیدیں تو فرمان الہی کی مخالفت کرنیوالا رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضور رسول برحق ہیں تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جن لڑکیوں کو رسول کی جانب منسوب کیا جا رہا ہے وہ آپکی لڑکیاں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ بعثت سے قبل یا بعد رسول اسلام نے خداوند عالم کے کسی فرمان پر عمل نہ کیا ہو یا اس کے فرمان کی مخالفت کی ہو حضور کا یہ ارشاد گرامی مشہور ہے کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ جو خلقت ظاہری کا قبل عالم نور میں نبوت پر فائز تھا کیا وہ ولادت کے بعد چالیس برس تک نبی نہیں رہا ہو جب نبی تھا تو عالم قرآن تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان۔ رحمان نے پہلے قرآن پڑھایا پھر انسان کو خلق فرمایا اسے بیان سکھایا۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حکم قرآن کیخلاف اپنی دختروں کا عقد کافروں سے کر دے

جیسا کہ قرآن مجید کے دوسرے پارہ میں ہے۔ ولا تنکحوا المشرکین تم اپنی بیٹیوں کا نکاح مشرکوں سے نہ کرنا۔ اگر اب بھی کسی کو شک ہو تو بعثت سے قبل آپ کا کوئی ایسا عمل دکھا دے جو آنیوالے قرآن کے خلاف ہو اگر آپ قبل سے عالم قرآن نہ تھے تو خدا وند عالم کیوں فرماتا ہے ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ۔ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو جب تک وحی پوری نہ ہو جایا کرے۔ اس لئے کہ ابھی جبرائیل پوری وحی نہ کرپاتے تھے کہ اس سے قبل آپ قرآن پڑھ جایا کرتے تھے۔ جس نبی کی دختر کنیز متکلم بالقرآن ہو اس کے متعلق اس قسم کا شک کرنا ظلم عظیم ہے۔

بڑی لڑکیوں کا نکاح ان سے کیا جائے جن کے باپ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی

تبت یدا ابی لهب وتب الخ اور چھوٹی دختر کا نکاح

اس سے کیا جائے جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الخ

کس قدر عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ نص صریح قرآن کے خلاف تین لڑکیوں کا نکاح وہ رسول مشرکین سے کر دے جو عنقریب اس آیت کی تبلیغ کرنے والا ہے اور چھوٹی دختر کے لئے اصحاب کی درخواستیں بھی رد کر دی جائیں اور خدا وند عالم عقد کا فیصلہ کرے۔ حالانکہ حضور نبی اکرم نے قبل از بعثت بھی کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو آنے والے احکام کے خلاف ہو۔ ملاحظہ ہو

(مکتوبات احمد سرہندی جلد ۳ صد ۳۰۶)

کیا بنات رسول اقربین میں ہیں؟ :- جب آیہ

وانذر عشیرتک الاقربین ڈراؤ اپنے زیادہ قریبیوں کو

نازل ہوئی تو رسول اسلام نے فرمایا کہ اے بنی عبد مناف میں تم کو خدا سے غنی نہیں کر سکتا۔ اے عباس میں تم کو خدا سے بے پرواہ نہیں کر سکتا۔ اے میری پھوپھی صفیہ میں آپ کو خدا سے مستغنی نہیں کر سکتا۔ جو مال چاہے

مجھ سے طلب کر لو مگر میں تم کو خدا سے غنی نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے صحیح بخاری اصح المطابع صد۲۰۷)

اس آیت کا خصوصاً اقربین سے تعلق ہے یعنی آنحضرت کے زیادہ قریبیوں سے، اور بیٹیوں سے زیادہ قریبی کون ہو سکتا ہے۔

صفیہ پھوپھی اور عباس چچا ہیں۔ ان کا نام بھی اقربین میں آگیا مگر ان بنات کا کہیں ذکر نہیں جنہیں بنات رسول کہا جاتا ہے۔

ہند کو خواہر فاطمہ ہونے پر ناز:- ہند نامی ایک لڑکی جس نے حضرت خدیجہ کے گھر پرورش پائی تھی وہ اکثر بطور فخر کہا کرتی تھی کہ میری برابری کون کر سکتا ہے اس لئے کہ میری ماں خدیجہ الکبریٰ، باپ رسول خدا، بھائی قاسم اور بہن فاطمہ زہرا ہیں (معارف ابن قتیبہ ص۳۴)

ہند نے اس منہ بولے اور عارضی رشتہ پر حضرت فاطمہ کو بہن کہا مگر جو ان کی بڑی بہنیں کہی جاتی ہیں ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا۔ اتنا بھی نہیں کہا کہ فاطمہ وغیرہ

بنت اور بنات کی تحقیق لغت عرب اور قرآن کی روشنی میں

سب سے زیادہ اس اشتباہ کا سبب زینب، ام کلثوم اور رقیہ کے ناموں کے ساتھ کتب اہل سنت میں سو فیصدی اور کتب شیعہ میں کہیں کہیں لفظ بنت رسول اللہ کا اندراج ہے اس لئے اس کی تحقیق ضروری ہے کہ بنت و بنات کی حقیقت کیا ہے اور ان کا استعمال کہاں ہوتا ہے اور مذکورہ لڑکیوں کو بنت یا بنات رسول کیوں کہا گیا۔

بنت اور بنات کسی کا نام نہیں بلکہ یہ الفاظ نسبت ظاہر کرتے ہیں۔ ماں باپ کی طرف منسوب کر کے لڑکے کو ابن اور لڑکی کو بنت کہا جاتا ہے اسی طرح اولاد کی

کی طرف منسوب کر کے باپ کو " اب " اور ماں کو "ام" کہا جاتا ہے مگر عرف عام بلکہ قرآن مجید سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب وام یا ابن وبنت ایک ہی قسم کے ماں باپ یا اولاد کے لئے بولے جاتے ہوں اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو ہمیں مذکورہ دختران کے حقیقی دختران رسول تسلیم کر لینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے لیکن اگر قرآن مقدس اور عرف عرب سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ اب وام اور ابن وبنت حقیقی ماں باپ اور صلبی اولاد کے علاوہ بھی بولے جاتے ہیں۔ تو پھر لفظ بنت کے استعمال سے کوئی لڑکی صلبی لڑکی ثابت نہ ہو سکے گی بلکہ یہ امر محتاج تحقیق رہے گا۔ روایت و درایت سے جو صحیح ثابت ہوا سے تسلیم کیا جائے گا۔

(ابن وبنت واب وام کا استعمال)

ان الفاظ کا استعمال صلبی رشتہ کو کجا انسان میں بھی منحصر نہیں ہے بلکہ حیوانات، نباتات جمادات، فلکیات پر بھی ادنیٰ مناسبت سے کیا جاتا ہے جیسے گھاس کو بنت الارض۔ انگور کی شراب کو بنت العنب۔ اونٹ کے شیر خوار بچہ کو ابن اللبون۔ اونٹ کو ابوایوب۔ نیولے کو ابن العرس اور قطب شمالی کے قریب سات ستاروں کو بنات النعش اور جو وقت کا ساتھ دے اسے ابن الوقت بولتے ہیں اور جب کسی کی امر ظاہر کرنا ہو تو کہتے ہیں ھو ابن کذا اور مسافر کی کنیت قرآن مجید میں ابن السبیل ہے اور مکہ معظمہ کی کنیت ام القریٰ ہے۔ اسی طرح ایک مناسبت سے حضرت علی مرتضیٰ کی کنیت ابو تراب ہے۔ آنحضرت ام ایمن کو جنہوں نے آپ کی تربیت کی تھی ماں کہا کرتے تھے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ کسی کی ماں ہے نہ باپ (استیعاب علامہ ابن عبدالبر حاشیہ اصابہ فی تمیز الصحابہ صفحہ ۲ طبع مصر)

حضرت یعقوب کے باپ ان کی اولاد کی زبان پر۔ ماں باپ یا بیٹا بیٹی کے

لئے ملاحظہ ہو ارشاد رب العزت !۔

ام کنتم شھداء اذحضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ یا بنی ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الھک والہ ابائک ابراھیم واسماعیل واسحاق الھا واحدًا ونحن لہ مسلمون

کیا تم لوگ اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آپہنچا جب یعقوب نے اپنے فرزندوں سے سوال کیا۔ اے میرے بچو میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ سنیے عرض کیا اس خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے باپوں ابراہیم واسماعیل و اسحاق کا خدا ہے اور سر تسلیم اس کے آگے خم ہے

اس آیت میں یعقوب کے فرزندوں نے اپنے باپ سے اقرار کیا ہے کہ ہم آپ کے باپوں کے مذہب پر رہیں گے اور وہ باپ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق ہیں۔ حالاں کہ یعقوب کا باپ ایک ہی ہو سکتا تھا جس کے صلب سے وہ تھے۔ اس کے بعد انہوں نے یعقوب کے باپوں کے نام اس طرح لئے ہیں۔ پہلا باپ ابراہیم جو حضرت یعقوب کے دادا تھے۔ دوسرا باپ اسماعیل جو حضرت یعقوب کے چچا تھے۔ تیسرا باپ اسحاق جو ان کے والد ماجد تھے اور جن کے وہ صلبی فرزند تھے۔ لفظ اباء کی فہرست میں فرزندان یعقوب نے پہلے دادا کا نام لیا پھر چچا کا اور سب کے آخر میں اصل باپ کا۔

حضور نبی اکرم کسی کے باپ نہیں :-

اسی طرح قدرت کا ہمارے نبی کے لئے یہ ارشاد ہے۔

وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ خدا کا رسول اور سب نبیوں کا آخر ہے۔

یہ اعلان اس لئے فرمایا گیا کہ آنحضرت نے زید کو پالا تھا اور لوگ رواج کے مطابق آپ کو اس کا باپ اور اسے آپ کا بیٹا کہتے تھے اور قریش میں یہ رواج تھا کہ وہ پروردہ فرزند کو صلبی اولاد کی طرح پالنے والے کا وارث سمجھتے اور اس کی زوجہ کو موت یا طلاق کے بعد واقعی بہو کی طرح ہمیشہ کے لئے پالنے والے پر حرام سمجھتے تھے حالاں کہ یہ دونوں رسمیں غلط تھیں اس کی تردید کے لئے جب زید نے زینب کو طلاق دی تو حکم فرمایا کہ آپ زینب سے نکاح کر لیں تاکہ یہ غلط رسم مٹ جائے اور لوگ سمجھیں کہ حقیقی اولاد اور پروردہ میں کیا فرق ہے اس لئے اعلان فرما دیا کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔

مادر چلو: زید غیر خاندان کا فرد تھا۔ جب غیر کے بچہ کو متبنیٰ بنا لیا جائے تو اسے فرزند اور پالنے والے کو باپ سمجھنے لگتے ہیں تو جہ جائیکہ وہ لڑکا یا لڑکی جو اپنی زوجہ کے پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کے گھر آ کر پلے۔ ظاہر ہے کہ وہ بچے اپنی ماں کے دوسرے شوہر کو باپ اور یہ انہیں بیٹا یا بیٹی کہتے ہیں حالانکہ نہ یہ صلبی اولاد اور نہ وہ ان کا حقیقی باپ ہے۔

اسی بنا پر عزیز مصر نے حضرت یوسف کے بارے میں کہا تھا کہ

عسٰی ان ینفعنا او نتخذہ ولدًا — قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے فرزند بنا لیں۔

پ ١٢ ۔ س ع

ورنہ کہاں عزیز مصر اور کہاں حضرت یوسف حضرت یعقوب کے فرزند۔ اسی بنا پر آیہ مباہلہ میں حکم یہ تھا کہ

ابناءنا وابناءکم — ہم اپنے فرزند لے آئیں اور تم اپنے فرزند لے آؤ۔

مگر حضور فرزندوں کی جگہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو لے گئے جو ان کے صلبی فرزند نہیں ان کی دختر کے فرزند تھے۔

اسی طرح جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے اور سرور کائنات نے ان کے گھر جا کر تعزیت ادا کی۔ اسماء بنت عمیس اور فرزندوں کا گریہ و بکا دیکھ کر ان کے بچوں اور امیر المومنین کی بچیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

نباتنا بنینا — ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لئے ہیں

(حیات القلوب)

حالانکہ وہ جعفر طیار اور امیر المومنین کی اولاد تھی نہ کہ آنحضرت کی۔ جعفر طیار کے بچے آپ کے بھتیجے تھے اور امیر المومنین کی شاہزادیاں نواسیاں تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب صلبی اولاد کی خصوصیت مقصود ہو تو اس کی تشریح کر دی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم — تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہارے صلب سے ہیں۔ (پ ۴ ۱۵)

اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں صلبی بھی ہوتی ہیں اور غیر صلبی بھی جیسے پوتیاں، نواسیاں بھتیجیاں بھانجیاں۔ متبنیٰ۔ ربیبہ۔ مادر حلو وغیرہ۔

نبی کے ماں باپ بت پرست یا بت تراش نہیں ہو سکتے مگر قرآن مجید میں ہے۔

واذقال ابراھیم لابیہ آذر — اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا حالانکہ آذر آپ کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا آپ کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔ جیسا کہ کتب تفسیر و تاریخ میں موجود ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

ونادیٰ نوح ابنہ یا بنی ارکب معنا — اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اے فرزند ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔

حالانکہ وہ حضرت نوح کا فرزند نہ تھا آپ کی زوجہ کا پہلے شوہر سے فرزند تھا

آپ کے گھر میں پرورش پاتا رہا رابعین علامہ فخر الدین رازی صفحہ ۳۴۳ طبع حیدر آباد دکن مدارک التنزیل وحقائق التاویل علامہ محمود نسفی صفحہ ۳۲۴ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کشاف زمخشری۔

فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ پسر نوح ان کی اولاد میں اسی طرح شمار ہونے لگا جیسے ابلیس ملائکہ میں۔

ام المومنین:- ہر مسلمان جب ازواج نبی میں سے کسی کا نام لیتا ہے تو کہتا ہے۔ ام المومنین ام سلمہ یا ام المومنین عائشہ وغیرہ (یعنی مومنوں کی ماں) مگر کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ وہ کس لحاظ سے سب مومنوں کی ماں ہیں اور مومن ان کے بیٹے ہیں۔ انہیں اس لئے ماں کہا گیا ہے کہ ازواج نبی ہیں۔ جو مثل باپ کے تھے ان سے ہمیشہ عقد اسی طرح حرام ہے جیسے ماں سے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم نبی مومنوں کے نفسوں کا حاکم ہے اور ان کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

بہ حال اس سے یہ اندازہ تو ہو گیا کہ رسول اسلام کی زوجہ ہونے کے لحاظ سے بھی ماں کہا جا سکتا ہے اور جب مومنین ان کے بیٹے اور سب مومنات ان کی بیٹیاں ہیں تو اگر اسی لحاظ سے زینب ورقیہ وام کلثوم بھی بیٹیاں تھیں تو اس پر کیسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ازواج نبی کو ام المومنین کہا گیا ہے ام المومنات نہیں کہا گیا اس لئے کہ مومنات سے عقد کا سوال ہی پیدا ہوتا۔

حضرت ابراہیم بھی باپ ہیں:- ملت اسلام میں کوئی ایسی ذی نفس چاہے کسی نسل کسی قوم کسی خاندان سے اور کسی ملک کا باشندہ ہو ان سب کے باپ حضرت ابراہیم علیہ اسلام ہیں۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

ملۃ ابیکم ابراھیم اسلام تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف بنی اسماعیل و بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ ہونے کی وجہ سے ان کے باپ ہیں۔ مگر قرآن مجید نے انہیں سب مسلمانوں کا باپ کہا ہے اس لئے کہ انہوں نے دین حق تعلیم دیا تعلیم دینے والا بھی روحانی باپ ہوتا ہے۔

سات قسم کے ماں باپ :- یہ سات قسم کے ماں باپ قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ جتنے قسم کے ماں باپ ہو سکتے ہیں۔ اتنی قسموں کے لڑکے اور لڑکیاں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا صرف لفظ بنات سنکر یہ سمجھ لینا کہ وہ ضرور صلبی بنات ہیں یہ لغت و قرآن و حدیث سے ناواقف ہونے کا نتیجہ ہے۔

لہٰذا اگر زینب و رقیہ و ام کلثوم کو تاریخ میں بنت رسول لکھا گیا ہے تو اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضور کے گھر پلیں۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی صلبی اولاد تھیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں انہیں اس لئے بنات رسول کہا گیا کہ وہ آپ کے گھر میں پرورش پاتی رہیں۔ بالکل اس طرح جیسے زید کو ابن رسول کہا جاتا رہا۔

اس کے بعد جب بنی امیہ کے دور میں احادیث رسول کی کایا پلٹ دی گئی اور وضع احادیث کے لئے محکمہ قائم کر دیا گیا اور درہم و دینار کی تقسیم کے لئے توڑوں کے منہ کھول دیئے گئے جیسا کہ اس کی تفصیل شرح ابن ابی الحدید معتزلی میں درج ہے۔

تو ان پروردہ لڑکیوں کو صلبی لڑکیاں بنانے میں کیا دیر لگتی تھی۔ اپنا ملک اپنی حکومت اپنے راوی، اپنے قاضی، اپنی دولت اور انعام اپنے مورخ، اپنے مولف، اپنے کاتب اپنا پریس۔ روایت سازی کی مشینیں چل رہی تھیں۔ ایسے دور

میں ان لڑکیوں کو بنات رسول بنا دینے میں کیا دیر لگتی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔
اصلی حدیثوں پر بندش لگا کر وضعی احادیث حسب منشاء تیار کی گئیں۔
(صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۳ ۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی ص۱۹۷
نصائح کافیہ ص۷)
اقتدار کے شوق میں کسی کو آنحضرت کی یہ حدیث یاد نہ رہی۔
من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوّأ — جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے وہ
مقعدہ من النار — دوزخ کے لئے تیار ہو جائے۔
(عصمت رسول ص۳ بحوالہ فجر الاسلام ڈاکٹر احمد امین مصری ص۲۱۱)
اموی حکومت نے بنات رسول کو صلبی ثابت کرنے پر اس لئے زور دیا کہ امیر شام اپنے آپ کو حضرت عثمان کا وارث سمجھتے تھے کہ میری عظمت ان کی عظمت ثابت کرنے پر موقوف ہے۔ اس لئے رسول کی پروردہ لڑکیوں کو ان کی صلبی لڑکیاں مشہور کرکے حضرت عثمان کو داماد رسول اور ذوالنورین کے لقب سے ملقب کرکے حضرت امیر المومنین کے مقابلہ میں ان کی فوقیت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ حکومت کا زور اور جبر و قہر ایک محدود وقت تک چل سکتا ہے۔ واقعات پر قیامت تک پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔
یہ لڑکیاں جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں آئیں یہ وہی لڑکیاں تو نہیں جو اس سے قبل عتبہ و عتیق پسران ابولہب کے عقد میں رہیں۔ اگر یہ لڑکیاں ان کے ذوالنورین ہونے کا سبب ہیں، تو یہی نور تو تھے جن کے چراغ ابولہب کے گھر روشن رہے، کیا انہیں ذوالنورین کہا جا سکتا ہے اسی طرح جو شرف انہیں دامادی رسول سے حاصل ہے وہی شرف عتبہ و عتیق کو حاصل رہا ہے۔ بلکہ انہیں تقدم حاصل ہے۔ پھر ایسے شرف کے ذکر سے کیا فائدہ جو خود داغدار ہو۔

اولادِ رسول کی تعداد میں اختلافِ عظیم

تیرہ سو سال سے زیادہ مدت گزر گئی۔ مگر آج تک مسلمان یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آنحضرت کی اولاد کی تعداد کیا تھی۔ کوئی چھ بتلاتا ہے کوئی آٹھ کوئی دس کوئی بارہ کوئی اس سے بھی زیادہ اس پر طرہ یہ ہے کہ چار لڑکیوں میں کسی کو اختلاف نہیں۔ زینب، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ زہرا علیہا السلام حالانکہ لڑکیاں پردہ نشین تھیں۔ جنہیں صرف گھر والے دیکھ سکتے تھے۔ جس قدر اختلافات ہیں۔ وہ صرف لڑکوں میں ہیں جنہیں دن رات سب دیکھتے رہتے تھے۔ اس کا سبب دور اموی کی روایت سازیوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ چار لڑکیاں سرکاری تعداد تھیں۔ اس لئے اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ اور لڑکوں کی تعداد سے حکومت کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر ان روایت سازوں کو ان کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ کہنا ضرور تھا۔ اس لئے جس نے جیسا سن پایا لکھ دیا۔ یہاں تک کہ اولادِ رسول کی تعداد ۱۲ سے بھی بڑھ گئی۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابراہیم کے علاوہ آپ کی سب اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھی۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ زہرا علیہا السلام میں کوئی اختلاف نہیں البتہ لڑکوں میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ چار ہیں قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں عبداللہ کا نام طیب ہی ہے کیونکہ وہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔

(استیعاب علامہ ابن عبدالبر حاشیہ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول ص ۳۸ طبع مصر)

اصابہ میں ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے اولاً جو کہ پیدا ہوئی پھر

زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ زہرا پھر ام کلثوم (اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ ص ۱۵۲ طبع مصر)

اس کے بعد یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ برکہ کا نام غلط درج ہوگیا ہے روایات سے اس کی توثیق نہیں ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ گھر کی خادمہ تھی اور وہی زینب کی خدمت کرتی رہی۔ اس لئے اسے بھی آنحضرت کی دختر سمجھ لیا گیا اور درج ہوگیا (اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۸ ص ۲۲ طبع مصر)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ کی چار لڑکیاں اور تین لڑکے تھے۔ قاسم عبداللہ، ابراہیم اور طیب طاہر عبداللہ کا لقب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ فرزند تھے۔ قاسم، عبداللہ۔ ابراہیم، طیب۔ طاہر۔

(روضۃ الاحباب جلد اول ص ۲۷۸)

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضور کے فرزندوں میں قاسم، عبداللہ طیب، طاہر اور عبد مناف کے علاوہ آپ کے ایک فرزند کا نام عبدالعزیٰ بھی تھا یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر میں موجود ہے۔ لیکن یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیونکر استدلال ہوسکتا ہے۔ حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھیں انہوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔

(سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۲۹)

شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ کہ جن پر اتفاق کیا گیا ہے وہ چھ ہیں دو فرزند قاسم و ابراہیم اور چار لڑکیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ زہرا باقی میں اختلاف ہے۔ بعض نے طیب و طاہر کو بھی آپ کا فرزند ظاہر کیا ہے لہذا

یہ آٹھ ہوئے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ قاسم وابراہیم کے علاوہ عبداللہ بھی تھے جو مکہ معظمہ میں کم سنی میں فوت ہو گئے انہی کو طیب طاہر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دور اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ اکثر علماء انساب کا یہی خیال ہے اور دار قطنی کہتے ہیں۔ کہ یہی قول ثابت ہے لہٰذا سات اولادیں ہوئیں۔ تین لڑکے اور چار لڑکیاں اور اسی دار قطنی کی روایت مواہب لدنیہ میں یہ ہے کہ طیب و طاہر دونوں فرزند عبداللہ کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں کل نو ہوئے۔ اور بعض راویوں کا بیان یہ ہے کہ طیب و مطیب ایک حمل سے اور طاہر و مطہر ایک حمل سے پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا گیارہ اولادیں ہوئیں ایک روایت میں ہے کہ بعثت سے قبل ایک اور لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبد مناف تھا۔ ابو اسحاق کہتا ہے کہ یہ لڑکے قبل از بعثت ابراہیم کے علاوہ انتقال کر گئے۔ شیر خوارگی کی حالت میں۔ حالانکہ باقی راوی یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ اس لئے اسے طیب و طاہر کہتے تھے اگر یہ سب اقوال درست ہیں تو آپ کی چار لڑکیاں اور آٹھ لڑکے ثابت ہوتے ہیں جن میں قاسم، ابراہیم دو پر اتفاق ہے اور عبد مناف، عبداللہ، طیب، مطیب، طاہر، مطہر ان چھ میں اختلاف ہے۔ یہ سب ابراہیم کے علاوہ حضرت خدیجہ سے تھے یہ تمام ذکر مواہب لدنیہ سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ نئی بات ضرور ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۵۴۳)

مذکورہ روایات کا حیرت انگیز نتیجہ:۔ یہ چند روایات صرف بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بنات رسول کے لئے جن علما کرام کا فیصلہ اٹل سمجھا جاتا ہے کہ اس پر آفتاب نیم روز سے زیادہ یقین ہے۔

ان کی نظر میں (۱) سرورکائنات کے دو فرزند بھی ہیں۔ قاسم ابراہیم اور تین فرزند بھی ہیں۔ قاسم و ابراہیم و عبداللہ اور پانچ فرزند بھی ہیں۔ قاسم ابراہیم۔ عبداللہ طیب وطاہر اور سات فرزند بھی ہیں۔ قاسم ابراہیم، عبداللہ، طیب و مطیب، طاہر، مطہر اور نو فرزند بھی ہیں۔ قاسم۔ عبدالعزیٰ۔ عبد مناف، عبداللہ، طیب، مطیب، طاہر مطہر، ابراہیم۔

(۲) اور یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت کی اولاد کے نام عبداللات عبدالعزیٰ وغیرہ بھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے رسالت کے ماتھے پر شکن نہیں آتی۔ اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ یہ نام خدیجہ نے رکھا ہوگا تو بھی اولاً یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت خدیجہ بت پرست تھیں۔ جب تک کہ ان کی بت پرستی ثابت نہ کر دی جائے حالانکہ بعثت رسول سے قبل ملت ابراہیمی موجود تھی اور حضرت ابراہیم کی دعا،

ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ہماری اولاد میں سے امت مسلمہ قرار دے۔

کا بھی یہی تقاضا تھا کہ ہر زمانہ میں امۃ مسلمۃ کا وجود رہے اور وہ حضرت عبدالمطلب۔ حضرت عبداللہ۔ حضرت آمنہ۔ حضرت ابوطالب حضرت فاطمہ بنت اسد۔ حضرت حلیمہ اور حضرت خدیجہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جن کی بت پرستی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ وہ کون سی اولاد ہے۔ جس کا نام ماں اپنی مرضی سے رکھ لے اور باپ کی رائے کا اس میں دخل ہی نہ ہو۔ حالانکہ حضور کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے جب آپ کا نام محمد رکھا اور قریش عقیقہ کے لئے جمع کئے گئے۔ تو وہ شکایت کرتے رہے کہ پوتے کا نام عبدالعزیٰ یا عبداللات کیوں

نہیں رکھا۔ مگر عبدالمطلب نے جواب دیا کہ مجھے یہی حکم ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے یہ نام گوارا نہ کئے حالانکہ وہ نہ نبی تھے اور نہ امام اور نہ کسی ایسے منصب پر فائز ہونے والے تھے۔ مگر وہ بھی یہ جرأت نہ کر سکے۔ اور رسول اسلام کے فرزند کا نام عبدالعزیٰ رکھ دیا جائے اور انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ کس قدر حیرت ہے۔

(۳) اور یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "برکہ" نامی لڑکی جسے زینب کی خدمت کے لئے گھر رکھا گیا تھا۔ مورخین کرام اسے بھی دختر رسول فرما بیٹھے۔ جب ایک خادمہ پر دختر ہونے کا شبہہ ہو سکتا ہے۔ تو کیا ان پروردہ لڑکیوں پر نہیں ہو سکتا کہ جو ہالہ خواہر خدیجہ کے شوہر کے مرنے کے بعد اول سے آخر تک اسی گھر میں پلتی رہی ہوں۔ اور اس گھر میں پرورش پائی ہو جہاں اپنی اولاد اور پروردہ لڑکیوں کے درمیان تربیت کے معاملہ میں کوئی فرق نہ برتا جاتا ہو۔ بلکہ جہاں خلق مجسم رسول کفار کے لئے بھی جب کسی ملک سے آتے ہوں تو اپنی ردا بطور فرش بچھا دیتے ہوں اس گھر میں یتیموں کی پرورش کس انہماک سے کی جاتی ہو گی۔

(۴) پھر معزز ناظرین نے یہ بھی اندازہ فرما لیا ہو گا کہ تاریخ کے یہ سارے اختلافات صرف اولاد ذکور میں ہیں جن کو سب نے دیکھا بھالا تھا۔ مگر پردہ نشین بیٹیوں کی تعداد میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جنہیں صرف گھر والے ہی دیکھ سکتے تھے۔ کیا اب بھی یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ کچھ دال میں کالا ہے۔ دختران میں صرف برکہ کا اضافہ ہو گیا تھا مگر فوراً اس کی تردید کر دی گئی۔ مگر فرزندوں کے لئے نہ کسی راوی نے اور نہ کسی عالم نے نہ اس طرح تائید فرمائی اور نہ تردید۔

جوامت آج تک یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ اولاد رسول کی تعداد کس قدر تھی۔ اسے یہ کہنے کا کیا حق حاصل ہے کہ زینب و رقیہ و ام کلثومؓ و فاطمہ زہرا۔ یہ چاروں حضرت آنحضرت کی صلبی بیٹیاں تھیں۔

تاریخ ولادت و وفات رسول میں مسلمانوں کا اختلاف

یہ تو اولاد کا ذکر ہے مسلمان تو آج تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکے کہ حضور کی ولادت باسعادت کس تاریخ ہوئی اور رحلت کس تاریخ فرمائی حالانکہ حضور نے جنگل میں نہیں اپنے شہر مدینہ منورہ میں اور اپنے گھر میں انتقال فرمایا تھا ۲ ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع الاول تک ولادت کی روایات بھی ہیں اور رحلت کی بھی اسی لئے ۱۲ ربیع الاول بارہ وفات مشہور ہوگئی۔ حالانکہ جب ایک ہی گھر میں ایک ہی دن ولادت بھی ہو اور وفات بھی تو غم کو ترجیح دی جاتی ہے خوشی نہیں منائی جاتی کوئی پوچھے کہ یہ حضور کی ولادت کی خوشی ہے یا وفات کی یا کسی اور بات کی۔ جہاں تک مذہب شیعہ کا تعلق ہے ان کے یہاں حضور کے ولادت کی تاریخ ۱۷ ربیع الاول ہے جس دن وہ میلاد اور محفل سرور منعقد کرتے ہیں اور رحلت کی تاریخ ۲۸ صفر ہے جس دن وہ مجلس عزا منعقد کرتے اور جلوس تابوت نکالتے ہیں بچے بھی دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ ولادت کس دن ہوئی اور رحلت کس دن فرمائی۔

اولاد رسول کی ترتیب میں شدید اختلاف

حضور نبی اکرم کی اولاد امجاد میں کوئی ایسا بیٹا یا بیٹی نہیں جس کے بڑے یا چھوٹے ہونے میں اختلاف نہ ہو اور جس کا آج تک فیصلہ ہو سکا ہو۔

علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی اولاد میں بلا اختلاف زینب اکبر اولاد میں پھر ام کلثوم پھر رقیہ اور پھر ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سب میں چھوٹی ہیں (استیعاب ابن عبدالبر بر حاشیہ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول ص۳۵ طبع مصر)

اصابہ میں ہے کہ آپ کی اولاد کی ترتیب یہ ہے۔ قاسم۔ پھر برکہ۔ پھر زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ زہرا۔ پھر ام کلثوم (اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ ص۲۷۵ طبع مصر)

اسی اصابہ میں ہے کہ زینب اکبر بنات نبی ہیں۔ بلا اختلاف مگر ان کے بعد رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ زہرا میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ام کلثوم اصغر بنات ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ فاطمہ زہرا (اصابہ جلد ۴ ص۳۰۴ و ص۴۸۹)

اسی اصابہ میں ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ قاسم پہلے پیدا ہوئے یا زینب۔ ہاں اس پر اتفاق ہے کہ لڑکیوں میں زینب بڑی تھیں۔ (اصابہ جلد ۴ ص۳۱۲ استیعاب ابن عبدالبر حاشیہ اصابہ جلد ۴ ص۳۱۱-۳۱۲ طبع مصر)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرت کی لڑکیوں میں زینب سب سے بڑی ہیں (روضۃ الاحباب جلد اول ص۲۲۵)

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ رقیہ اصغر بنات رسول ہیں۔ جرجانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(استیعاب ابن عبدالبر ص۷۶۲)

اصابہ میں ہے کہ زینب بلا اختلاف اکبر بنات رسول ہیں۔ البتہ رقیہ فاطمہ زہرا۔ اور ام کلثوم میں اختلاف ہے اکثر اس ترتیب کے قائل ہیں۔ جرجانی کہتے ہیں کہ رقیہ اصغر بنات ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ فاطمہ زہرا اصغر بنات رسول ہیں۔

علامہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ترتیب یہ ہے۔ زینب، رقیہ
ام کلثوم۔ فاطمہ زہرا (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۴۳)
روضۃ الاحباب میں یہ ترتیب بیان کی گئی ہے۔ قاسم۔ عبداللہ، ابراہیم
زینب، رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ زہرا۔
(روضۃ الاحباب صفحہ ۱۱۹)
علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ترتیب یہ ہے۔ زینب۔ قاسم، ام کلثوم
رقیہ۔ عبداللہ المشتہر بہ طیب طاہر۔
(استیعاب ابن عبدالبر صفحہ ۲۹)
اسی استیعاب میں ہے کہ ام کلثوم بنت رسول خدا جن کی والدہ خدیجہ
ہیں مصعب کے بیان کے مطابق فاطمہ اور رقیہ سے قبل پیدا ہوئیں۔ مگر
اکثر اہل علم انساب واخبار نے اس سے اختلاف کیا ہے اور ایک گروہ
نے ان کا ساتھ دیا ہے۔ اور اکبر بنات زینب میں اختلاف کم اور اصغر
بنات میں اختلاف کم ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اکبر بنات زینب ہیں اور اس
میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ عثمان بن عفان نے رقیہ کی وفات کے بعد ام کلثوم
سے عقد کیا ہے۔ اور مصعب کے مخالفوں نے یہی دلیل پیش کی ہے کہ عرف عام
میں پہلے بڑی بہن سے اس کے بعد چھوٹی بہن سے شادی کی جاتی ہے۔
(استیعاب ابن عبدالبر جلد ۲ صفحہ ۹۱)
ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی متوفی ۱۵۷ھ مقتل امیر المومنین میں لکھتے ہیں کہ
زینب صلب رسول سے نہ تھیں۔
اصابہ میں ابن سعد سے روایت ہے کہ رقیہ و ام کلثوم کا عقد ابولہب کے
دو بیٹوں کے ساتھ بعثت سے دس برس پہلے ہوا تھا۔ حضرت رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد خدیجہ سے بعثت سے پندرہ سال قبل ہوا تھا۔ لہٰذا یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ ان لڑکیوں کا عقد پسران ابولہب سے تین تین چار چار سال کی عمر میں ہوا تھا اور یا یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ہالہ کی دختران تھیں جو ہالہ کے ساتھ حضرت خدیجہ کے گھر آئیں اور یہیں پلیں اس لئے دختران رسول مشہور ہو گئیں۔

اختلاف ترتیب کا مختصر خاکہ

(۱) استیعاب ابن عبدالبر جلد اول صفحہ ۳۵	زینبؑ۔ ام کلثومؑ، رقیہؑ۔ فاطمہ زہراؑ
	زینبؑ، رقیہؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہ زہراؑ
	زینبؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہ زہراؑ۔ رقیہؑ
(۲) استیعاب ابن عبدالبر صفحہ ۷۲۹	زینبؑ۔ قاسمؑ۔ ام کلثومؑ۔ رقیہؑ۔ عبداللہؑ
	زینبؑ۔ رقیہؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہؑ
(۳) استیعاب حاشیہ اصابہ صفحہ ۱۱۱	زینبؑ۔ قاسمؑ یا قاسمؑ۔ زینبؑ
اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۲	رقیہ وغیرہ
(۴) اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۸	قاسمؑ۔ برکہؑ۔ زینبؑ۔ رقیہؑ۔ فاطمہؑ
	ام کلثومؑ
(۵) اصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۰۲ / ۴۸۹	زینبؑ۔ رقیہؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہ زہراؑ
	زینبؑ۔ رقیہؑ۔ فاطمہ زہراؑ۔ ام کلثومؑ

(۶) روضۃ الاحباب جلد اول صد ۲۷۹ — زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ زہرا

(۷) روضۃ الاحباب صد ۱۴۱ — قاسمؑ۔ ابراہیمؑ۔ عبداللہ۔ زینبؑ۔ رقیہؑ۔ ام کلثومؑ۔ فاطمہ زہراؑ

(۸) مدارج النبوۃ علامہ عبدالحق محدث دہلوی۔ — زینبؑ۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ زہرا۔

(۹) ابو مخنف لوط بن یحیی یزدی — زینب صلب رسول خدا سے نہ تھیں

(۱۰) اصابہ روایت ابن سعد — رقیہ و ام کلثوم کا عقد پسران ابولہب سے بعثت سے دس سال پہلے ہوا۔

اختلاف روایات کا نتیجہ

اس امر پر اکثر کا اتفاق ہے کہ اکبر بنات رسول جناب زینب ہیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ جب زینب کی ولادت ہوئی تو آنحضرت کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔ یعنی بعثت سے دس سال قبل زینب کے علاوہ کسی کا سنہ ولادت معلوم نہیں ہے اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ولادت باسعادت بعثت کے بعد ہوئی۔ مگر ترتیب اولاد کے مسئلہ میں کسی امر میں بھی اتفاق نہیں ہے۔

اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت عثمان کا عقد پہلے رقیہ سے ہوا ان کی رحلت کے بعد ام کلثوم سے ہوا۔

جن راویوں کو آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان میں بڑی کون ہے اور چھوٹی کون ہے۔ وہ یہ کیونکر سمجھے کہ یہ تینوں بھی واقعاً آنحضرت کی صلبی بیٹیاں تھیں۔ جن راویوں کی سمجھ کا یہ حال ہے کہ ام کلثوم کو بڑی اور رقیہ کو چھوٹی بہن بتلاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ بھی یقین ہے کہ حضرت عثمان کا پہلا عقد رقیہ سے ہجرت حبشہ سے قبل ہوا تھا۔ اور ام کلثوم سے احد کے بعد پھر یہ کیونکر توقع کی جا سکتی ہے

کہ رقیہ چھوٹی اور ام کلثوم بڑی ہوں اور یہ کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ حضرت عثمان کا عقد چھوٹی بہن سے ہو جائے اور بڑی بہن تقریباً ۱۴ سال تک گھر بیٹھی رہی ہو۔ یہاں تک کہ جب چھوٹی بہن فوت ہو جائے تو بڑی کا عقد انہی حضرت عثمان سے کیا جائے۔ حالانکہ اس طویل مدت میں اصحاب کی کسی دور میں بھی کمی نہیں رہی جن سے ان کا عقد کیا جا سکتا تھا۔ آپ کی چھوٹی دختر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بالغ ہوتے ہی بڑے بڑے اصحاب کی درخواستیں آنے لگیں اور ام کلثوم تیرہ سال تک گھر بیٹھی رہیں اور کسی نے درخواست نہیں کی۔ کیا اسے کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے ایسے راویوں سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ صلبی اولاد اور پروردہ میں فرق کرنے کے اہل ہیں۔

دنیا جانتی ہے اور قرآن مجید شاہد ہے کہ زید آنحضرت کے پروردہ تھے۔ اور عرب میں پروردہ اولاد کو صلبی اولاد کے مثل سمجھا جاتا تھا حد یہ ہے کہ وہ پروردہ اولاد کو مربی کا وارث سمجھتے اور پروردہ کی بیوی کو اس کی موت یا طلاق کے بعد مربی پر اسی طرح حرام سمجھتے تھے، جیسے صلبی فرزند کی زوجہ ہمیشہ کے لئے باپ پر حرام ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے جب زید نے زینب کو طلاق دی تو خداوند عالم نے حکم دیا کہ رسول اسلام زینب سے نکاح کر لیں تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ مزلی حقیقی باپ کے مانند ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔

فلما قضیٰ زید منھا وطراً — جب زید نے اپنی مدت پوری کر لی تو

زوجنکھا — ہم نے زینب سے تمہارا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد یہ آیت نازل کر کے اس غلط عقیدہ کی مزید تردید فرما دی۔

وما کان محمد ابا احد من — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا

رجالکم۔ — باپ نہیں ہے۔

جب زید کو پرورش کرنے سے آپ کو حقیقی باپ سمجھا جانے لگا تو زینب ورقیہ وام کلثوم کی پرورش کے بعد اگر انہیں باپ سمجھا جانے لگا تو اس پر کیا تعجب ہے۔

یہ تھا ترتیب بنات کا ذکر رہا ترتیب اولاد ذکور کا ذکر قاسم اور عبداللہ کے سوا ترتیب کے ذکر میں کسی نے نہ طیب ومطیب کا ذکر کیا اور نہ طاہر و مطہر کا۔ اور نہ عبد مناف اور عبدالعزیٰ کا کسی راوی نے اس کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ جیسا کہ مندرجہ روایات سے واضح ہے۔ اس لئے کہ حضور کے فرزندوں کا حکومت بنی امیہ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کا تعلق صرف بنات اور وہ بھی رقیہ وام کلثوم سے تھا۔ اس لئے اس پر ہر کتاب میں عقل آرائی کی جاتی رہی ہے: تاکہ تیسری خلافت کی عزت میں کچھ تو چار چاند لگ جائیں۔

بنات رسول کے روایات عقل و درایت کی روشنی میں

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آنحضرت کی عمر پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ جب ان سے آپ کا عقد ہوا۔ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ جب آنحضرت کی عمر تیس سال کی ہوئی تو پہلی اولاد زینب یا قاسم کی ولادت ہوئی اس پر بھی اتفاق ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آپ کی سب اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی۔

(استیعاب۔ اصابہ)

یہ بھی سب تسلیم کرتے ہیں کہ زینب کا نکاح ابوالعاص سے اور رقیہ و ام کلثوم کا نکاح عتبہ وعتیق پسران ابولہب سے ہوا۔

(اصابہ۔ استیعاب)

اور جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوا تو ابولہب نے خفا ہو کر بیٹوں کو حکم دیا کہ ان کو طلاق دیدیں۔ اورانہوں نے طلاق دے دی۔
(اصابہ۔ روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ)

اس کے بعد آنحضرتؐ نے رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا جو ہجرت حبشہ کے موقع پر ان کے ہمراہ گئیں اور یقیناً ہجرت حبشہ بعثت العشیرہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ (بخاری۔ خصائص نسائی۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ کامل بن اثیر۔ طبری۔ تفسیر معالم التنزیل)

۳ھ میں جب رقیہ نے وفات پائی تو ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوا۔ (اصابہ علامہ عسقلانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۳)

اولاد رسول کی مشہور تعداد
مشکلات کا پیش خیمہ ہے

اولاد رسولؐ کی تعداد اور ترتیب کے متعلق مذکورہ روایات کو پیش نظر رکھ کر جب اس کے نتائج پر نظر ڈالی جاتی ہے تو کسی قسم کی عقدہ کشائی کے بجائے ایک ناقد بصیر ایسی بھول بھلیاں میں پھنس کر رہ جاتا ہے جس کا حل قیامت تک ممکن نہیں ہے۔

پہلی مشکل ۱:- اگر بر کہ کو الگ کر کے رسولؐ اسلام کی اولاد حسب ذیل تسلیم کر لی جائے۔

قاسم، زینب۔ عبدالعزیٰ۔ رقیہ۔ عبد مناف۔ ام کلثوم۔ عبداللہ اور بقول طیب و مطیب اور طاہر و مطہر اور سطے سے کہ یہ سب حضرت خدیجہ سے تھے اور

کم از کم، بچے بعثت سے قبل پیدا ہوئے۔ تو ہر دو بچوں کے درمیان ڈیڑھ سال سے بھی کم فاصلہ ثابت ہوتا ہے۔ یعنی کوئی بچہ نو دس ماہ سے زیادہ اپنی ماں کا دودھ نہیں پی سکا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر تین بچوں کے درمیان ڈیڑھ ہی سال کا فاصلہ رہا ہو۔ اس سے کم یا بیش بھی ہو سکتا تھا۔ اگر کسی دو بچوں کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ ہو گیا ہو تو دوسرے دو بچوں کے درمیان نو دس ماہ سے بھی کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ عقلاً ناممکن نہیں مگر دستور کے خلاف ضرور ہے۔

دوسری مشکل ۲: مندرجہ صورت میں ام کلثوم اور رقیہ کی عمر یں بعثت کے وقت تقریباً دو چار سال کی ثابت ہوتی ہیں۔ اس عمر کی لڑکیوں کا عقد ابولہب جیسے کافر کے فرزندوں عتبہ و عتیق سے کسی معقول آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ کس ضرورت نے اس عمر میں اس عقد پہ مجبور کر دیا تھا۔

دولابی کا بیان ہے کہ رقیہ کا عقد حضرت عثمان سے قبل بعثت ہوا۔
(مدارج النبوۃ ص۱۱۵)

اگر یہ صحیح ہے تو دو یا چار سال کی عمر میں عتبہ و عتیق پسران ابولہب سے نکاح پھر طلاق پھر حضرت عثمان سے نکاح کا قصہ ایک افسانہ بن کر رہ جاتا ہے۔

اور جن روایات میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ رقیہ اصغر بنات ہے یا ام کلثوم اصغر بنات ہے، حالانکہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ولادت بعثت کے بعد متفق علیہ ہے۔ اس صورت میں تو رقیہ یا ام کلثوم کی ولادت بھی بعثت کے بعد عہد اسلام میں تسلیم کرنا پڑے گی۔ پھر عتبہ و عتیق سے انکا

عقد پھر ابولہب کی ناراضگی اور ان کا طلاق پھر حضرت عثمان سے ان کا نکاح ایک طلسم نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا ان حالات میں بقول ابن سعد کے اصابہ میں اور بقول لوط بن یحییٰ کے یہی روایت درست نہیں مانی جائے گی کہ یہ لڑکیاں صلب رسولؐ سے نہ تھیں بعثت سے دس سال قبل ان کے عقد ہو چکے تھے۔ اور یقیناً حضرت خدیجہؑ سے حضورؐ کے عقد سے قبل پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لئے وہ بعثت سے دس سال قبل عقد کے قابل ہو گئیں۔ بعثت کے بعد جب پسران ابولہب نے طلاق دی تو حضرت عثمان سے عقد ہوا۔

تیسری مشکل:- ان روایات کی وجہ سے ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ پسران ابولہب کے طلاق دینے کے بعد حضرت رقیہ کا جو چھوٹی لڑکی تھی۔ حضرت عثمان سے عقد کر دیا گیا اور جب ۳ھ میں انہوں نے وفات پائی تو ام کلثوم کا جو ان سے بڑی تھیں۔ حضرت عثمان سے عقد کیا گیا ہے۔ پہلے چھوٹی بہن سے حضرت عثمان کا عقد اور ۱۲ سال بعد بڑی بہن سے عقد اور اس طویل مدت تک جوان لڑکی کا بیٹھا رہنا سمجھ سے باہر ہے جبکہ اکابر اصحاب موجود تھے۔ بلکہ حضرت عثمان سے بہتر خود حضرت ابوبکر اور حضرت عمر موجود تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ انہیں ضرورت نہ ہوگی تو یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر انہیں ضرورت نہ ہوتی تو خاتون جنت سے عقد کی درخواست نہ کرتے۔
(کنز العمال جلد ۷، صد ۱۱۳ تذکرہ خواص الامۃ صد ۳۰۷)

چوتھی مشکل:- تاریخ میں رقیہ کے انتقال کا واقعہ ایک حادثہ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مغیرہ بن عاص جنگ احد کے بعد فخر یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے رسولؐ اسلام کے دندان مبارک

زخمی کئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کیا ہے۔ وغیرہ اور سرور کائنات نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ وہ جہاں مل جائے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔

وہ غزوہ احزاب (خندق) میں کفار کے لشکر میں شامل تھا۔ جب وہاں سے کفار فرار ہوئے تو وہ سو گیا اور اس وقت آنکھ کھلی جب دن ہو چکا تھا اس نے اپنے سر پہ دیہاتیوں کی طرح کا کپڑا لپیٹا اور پوچھتا ہوا حضرت عثمان کے گھر پہنچ گیا۔ عثمان نے اسے دیکھ کر گھبرا کر کہا کہ تم کیسے یہاں آ گئے تم تو کہا کرتے ہو کہ میں نے حمزہؓ کو شہید کیا ہے۔ رسولؐ اسلام کے دندان مبارک زخمی کئے ہیں۔ رسولؐ نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے یہ باتیں جب رقیہ نے سنیں تو بیحد متاثر ہوئیں۔ مگر عثمان نے سختی سے انہیں روکا اور کہا کہ یہ خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم تک نہ پہنچنے پائے۔ جستہ جستہ کسی نے آنحضرتؐ کو یہ خبر پہنچا دی اور آپ نے تلاشی کے لئے آدمی بھیجے۔ مگر عثمان نے اسے کرسی کے نیچے چھپا دیا اور اس پہ کافی سامان رکھ دیا کہ نظر نہ آسکے۔

پھر حضرت عثمان نے خود دربار نبوی میں حاضر ہو کر اس کی جان بخشی کی سفارش کی۔ جو نامنظور ہوئی۔ الحاح وزاری کے بعد آپنے حکم دیا کہ ۳ روز تک اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔ اسے سواری۔ سامان سفر۔ طعام وغیرہ اور تمام وہ چیزیں جن کی سفر میں ضرورت پیش آتی ہے مثل مشکیزہ ڈول رسی وغیرہ کے نہ دی جائے حضرت عثمان نے تیسرے دن اسے ضروری سامان کے ساتھ اپنے ناقہ پہ مدینہ سے روانہ کر دیا۔ مدینہ سے نکل رہا تھا۔ کہ ناقہ ہلاک ہو گیا۔ پیدل چلتے چلتے پیر پھول گئے۔ آخر ہاتھوں اور گھٹنوں سے چلنے لگا آخر عاجز آ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ دربار نبویؐ میں یہ خبر بھی پہنچ گئی اور آپ نے امیر المومنینؑ کو اور بروایتے زید کو حکم دیکر روانہ کیا جنھوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت عثمان کو یہ گمان ہوا کہ مغیرہ بن عاص زیوان کا چچا تھا کے ان کے گھر میں مخفی ہونے کی خبر حضور کو رقیہ نے پہنچائی ہے۔ انہیں بار بار زدوکوب کرتے رہے۔ آخر اتنی زدوکوب کی کہ وہ رسول کے گھر پہنچ کر وفات پاگئیں۔ ان کی میت صبح کو دفن ہونے والی تھی۔ اسی رات حضرت عثمان نے ان کی کنیز سے ہمبستری کی۔ جب صبح کو جنازہ اٹھا تو حضرت عثمان بھی شامل ہوگئے مگر یہ بات حضورؐ کو ناگوار تھی۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ اس جنازہ میں وہ شامل ہو سکتا ہے۔ جس نے اس رات ہمبستری نہ کی ہو۔ کئی بار فرمانے کے بعد جب حضرت عثمان حضورؐ کا مقصد سمجھ گئے تو دردِ شکم کا بہانہ کر کے رخصت ہوگئے۔ حضورؐ نے نماز پڑھائی اور انہیں دفن کیا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۲۶۸۔ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ طبع مصر)

ہمیں تو قطعاً یہ امید نہیں کہ یہ روایت صحیح ہو۔ لیکن اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ایک باپ کیونکر یہ گوارا کر سکتا ہے کہ جس کی ایک دختر اس طرح دنیا سے اٹھی ہو وہ اس کے بعد دوسری بیٹی بھی اس کے حوالہ کر دے۔

حضرت خدیجہؑ کا عقد اور بنات رسولؐ

متعدد کتب میں ہے کہ حضرت خدیجہؑ بنت خویلد کا عقد اولاً عتیق بن عامر مخزومی سے ہوا ان سے ایک دختر پیدا ہوئی۔ ان کے بعد ابوہالہ بن زرارہ اسیدی تمیمی سے ہوا۔ ان سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام ہند تھا۔ ابوہالہ نے مکہ میں انتقال کیا۔ ان کے بعد آنحضرتؐ سے عقد ہوا جب ان کی عمر چالیس سال اور آنحضرت کی عمر ۲۵ سال تھی۔

علامہ شبلی کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہؑ کا عقد اولاً ابوہالہ

تمیمی سے ہوا۔ ان سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام ہند تھا۔ اس کے انتقال کے بعد عتیق بن عابر مخزومی سے عقد ہوا۔ ان سے ایک دختر پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا۔ اس لئے خدیجہ کی کنیت ام الہند ہوگئی تھی۔ ان کی ایک بہن ہالہ تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت خدیجہؓ کے بعد زندہ رہیں۔

آنحضرتؐ کو حضرت خدیجہؓ سے بیحد محبت تھی۔ وہ عقد کے بعد پچیس برس یعنی پینسٹھ سال کی عمر تک زندہ رہیں اور جب تک وہ زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ نے کسی اور عورت سے عقد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی رحلت کے بعد آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی جانور ذبح ہوتا خدیجہؓ کی ہم نشین عورتوں کو تلاش کرکے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے خدیجہؓ کو نہیں دیکھا مگر مجھے جس قدر ان پر رشک آتا تھا اتنا کسی پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ہمیشہ خدیجہ کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس کا شکوہ بھی کیا تو فرمایا کہ مجھے خدا نے ان سے محبت عطا کی ہے۔

ان کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ ہالہ نے دروازہ پر آواز دے کر اجازت طلب کی۔

(ان کی آواز خدیجہ کی آواز سے مشابہ تھی) آواز سن کر خدیجہ یاد آگئیں اور آپ جھجک اٹھے۔ پھر فرمایا ہالہ ہوں گی۔ حضرت عائشہ موجود تھیں یہ حالت دیکھ کر بولیں کہ آپ کیا ایک بڑھیا کو یاد کیا کرتے ہیں جو مرچکی اور خدا نے ان سے اچھی بیبیاں آپ کو دے دیں۔ صحیح بخاری میں یہ روایت یہیں تک ہے۔ لیکن استیعاب میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہرگز نہیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے میری نصرت کی۔ جب لوگ کافر تھے۔ تو وہ اسلام لائیں

جب میرا کوئی نہیں تھا تو انہوں نے میری مدد کی۔
(سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

حضرت خدیجہ رسول کے گھر میں باکرہ آئیں

احمد بلاذری اور ابوالقاسم نے اپنی کتابوں میں اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے شافی میں اور ابوجعفر نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہؑ کا عقد آنحضرت سے ہوا تو وہ باکرہ تھیں۔
(مناقب آل ابی طالب جلد اوّل صفحہ ۱۹۹ طبع بمبئی ۱۳۱۳ھ مراۃ العقول جلد اول صفحہ ۳۵۲)

ان دونوں قسم کی ہم معنی روایات متعدد کتب میں پائی جاتی ہیں۔ بظاہر ان میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی کتاب میں آپ کا عقد عتیق یا ابو ہالہ کے ساتھ ہونے سے انکار نہیں ہے۔ خواہ عتیق سے پہلے عقد ہوا ہو یا ابو ہالہ سے۔ البتہ یہ امر بعید از عقل نہیں ہے کہ قدرت نے باعجاز یا خصوصیات نبوی سے خدیجہؑ کو ان دونوں شوہروں سے یکے بعد دیگرے عقد کے باوجود محفوظ رکھا ہو۔ اور وہ اس قابل نہ ہوں یا قادر نہ ہو سکے ہوں۔ اور خدیجہؑ کو باکرہ رسولؐ کے گھر پہنچا دیا ہو۔ اس لئے کہ حضرت خدیجہؑ ہی وہ معظمہ ہیں جنہوں نے سب عورتوں بلکہ مردوں سے پہلے اسلام قبول فرمایا اور اپنی ساری دولت جس میں وہ اس زمانہ میں وحید و فرید تھیں۔ تبلیغ و نشر و اشاعت دین پر قربان کر دی اور انہی کی نسل سے ذریت کا وہ مقدس سلسلہ جاری ہونے والا تھا۔ جس پر ملت اسلام کے قیام و دوام کا دارومدار تھا اور جو رب العزت کی بشارت۔

انا اعطیناک الکوثر   ہم نے تم کو کثیر اولاد عطا کی ہے۔

کی تفسیر بن کر دنیا میں قائم ہو کے رہا۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت حلیمہ کا ایک پستان خشک رہا اور ان کا اپنا فرزند دوسرے پستان سے دودھ پیتا رہا لیکن جب آنحضرت ان کی آغوش میں آئے اور انہوں نے اس پستان سے دودھ پلانا چاہا جس سے ان کا فرزند دودھ پیتا تھا تو آپ نے دوسرے پستان کی طرف رخ کر لیا جو خشک تھا کئی مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آخر وہ خاموش ہو گئیں اور آپ نے خشک پستان منہ میں لیا تو فوراً دودھ جاری ہو گیا۔ یعنی قدرت نے ان کے لئے اس پستان کو محفوظ رکھا تھا۔

استفتاء از سرکار ناصر الملة اعلی اللہ مقامہ مجتہد لکھنؤ و جواب استفتاء

سوال

جناب ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آیا باکرہ تھیں یا بیوہ تھیں اگر باکرہ تھیں تو اس کا ثبوت کس کتاب میں ہے۔ حوالہ مکمل تحریر فرمائیں۔ اگر بیوہ تھیں۔ جیسا کہ مشہور ہے تو جناب معصومہ کا نورانی مادہ ایسے بطن میں رہنے سے کوئی نقص تو لازم نہیں آتا۔

الجواب

وباللہ التوفیق قول اصح یہی ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا کوئی شوہر سوائے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھا۔ اس امر کا ثبوت کتاب البدع المحدثہ سے بخوبی ہوتا ہے۔ ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ۔

بنات رسول کے متعلق تین قسم کے روایات

اس میں شک نہیں کہ بنات رسولؐ کے متعلق تین قسم کے روایات تاریخ میں ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ زینب وام کلثوم ورقیہ یہ تینوں لڑکیاں آنحضرتؐ کی صلبی لڑکیاں تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ خدیجہؑ کی لڑکیاں تھیں۔ ان کے پہلے شوہر سے۔ تیسری یہ کہ وہ ہالہ خواہر خدیجہؑ کی لڑکیاں تھیں۔ جب ان کے شوہر نے انتقال کیا تو وہ مع اپنی لڑکیوں کے اپنی ہمشیرہ خدیجہؑ کے گھر آگئیں اور اس گھر میں ان لڑکیوں نے پرورش پائی۔ اس لئے آنحضرتؐ کو باپ اور خدیجہؑ کو ماں کہا گیا اور وہ ان کی لڑکیاں مشہور ہوگئیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں قسم کی روایات میں مطابق قرآن اور شایان شان رسولؐ اسلام کون سی قسم ہے۔ اگر حضرت خدیجہؑ باکرہ رسولؐ اسلام کے گھر آئیں۔ جیساکہ خدیجہؑ کی عظمت اور رسولؐ اسلام کی خصوصیت کا تقاضا ہے تو پھر ان لڑکیوں کا بطن خدیجہؑ سے پہلے شوہروں سے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیساکہ علامہ شبلی نے ان کا خدیجہؑ کے پہلے شوہروں سے ہونا تحریر فرمایا ہے۔

اب دو صورتیں رہ گئیں۔ یا وہ صلب رسولؐ سے تھیں اور یا دختران ہالہ خواہر خدیجہؑ تھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ وہ صلب رسولؐ سے تھیں تو یہ حکم قرآن کے صریحاً خلاف ہے اس لئے کہ یقیناً ان دختران کا نکاح ابوالعاص اور عتبہ وعتیق پسران ابولہب سے ہوا ہے اور قرآن مجید میں صاف یہ حکم موجود ہے ولا تنکحوا المشرکین ابداً مشرکین سے کبھی نکاح نہ کرنا۔

وہ رسولؐ جس نے ولادت سے بعثت تک کبھی کوئی عمل آنے والے قرآن کے خلاف نہیں کیا بلکہ وہ

کنت نبیا۔ وآدم بین الماء والطین — میںؐ اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اور بمقتضائے

وعلمك مالم تكن تعلم — جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے خدا نے وہ آپ کو پڑھا دیا تھا۔

انہیں علم قرآن حاصل تھا۔ وہ کیونکر اپنی لڑکیوں کا نکاح کافروں سے کر سکتے تھے۔ اور اس کافر کے گھر میں ——— جس سے آخر تک قبول اسلام کی توقع نہ تھی۔ لہٰذا اب صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ وہ ہالہ خواہر خدیجہؑ کی لڑکیاں تھیں اور چونکہ اس گھر میں پرورش پائی اس لئے وہ دختران رسولؐ کہی گئیں۔

پھر شامی حکومت کے دور میں جہاں اور ہزاروں روایتیں گڑھی گئیں وہاں ان دختران کو حضورؐ کی صلبی لڑکیاں مشہور کر دیا گیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے اموی خلیفہ کو بھی عظمت حاصل ہو جائے اور امیر شام اس طریقہ سے اپنی مسند اور تخت حکومت کے استحقاق کو اور زیادہ مضبوط کر سکے۔ جیسا کہ عنقریب ناظرین کو معلوم ہو گا کہ امیر معاویہ بھی اپنے آپ کو صہر رسولؐ کہا کرتے تھے۔

امیر شام کا صہر رسولؐ ہونے کا دعویٰ

اور امیر المؤمنینؑ کا دندان شکن جواب

لفظ صہر (داماد) اس قدر عام ہو گیا تھا کہ امیر معاویہ بھی اپنے آپ کو صہر رسولؐ

سمجھنے لگے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے ایک خط میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو لکھا ہے کہ میرے بہت سے فضائل ہیں۔ میرا باپ جاہلیت میں مشرکین کا سردار تھا۔ اور اسلام میں اس نے ملک کی حفاظت کی اور میں صہر رسولؐ اور مومنین کا ماموں اور کاتب وحی ہوں۔

یہ دیکھ کر امیر المومنینؑ نے خادم کو حکم دیا کہ لکھ دے کہ۔ اے حمزہؑ عم رسولؐ کا دل چبانے والی ہندہ کے فرزند تو اپنے فضائل پر فخر کر سکتا ہے۔ سن

محمد النبی اخی وصھری ٭ وحمزۃ سید الشھداء عمی
و بنت محمد سکنی وعرسی ٭ منوط لحمہ بدمی ولحمی

خدا کے رسول محمدؐ میرے بھائی اور خسر ہیں اور سید الشہداء حمزہؑ میرے چچا ہیں۔ محمدؐ کی دختر میری عروسی اور گھر والی ہے۔ ان کا گوشت میرے گوشت و خون سے وابستہ ہے۔

یہ جواب پڑھ کر معاویہ نے کہا کہ یہ خط پھاڑ ڈالو کہیں اہل شام نہ پڑھ لیں۔ ورنہ وہ علیؑ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

(کنز العمال جلد ۶ صـ۳۵۲ طبع حیدر آباد دکن۔ لقائس الملن شاہ علی حیدر طبع بجنور صـ۱۱۴)

کتنا کھلا ہوا موقع تھا کہ معاویہ امیر المومنینؑ کو جواب دیتا کہ آپ کو رسولؐ کی دامادی پر ناز ہے۔ اگر ان کی ایک بیٹیؐ آپ کے گھر آئی تو دو بیٹیاں میرے چچا زاد بھائی عثمان کے گھر آئی تھیں اگر وہ یہ جواب دے دیتا اور واقعاً وہ رسولؐ کی بیٹیاں تھیں تو امیر المومنینؑ کو خاموش ہو جانا پڑتا۔ مگر معاویہ جرأت کیوں کر کرتا۔ جبکہ ان دختران کی کوئی اصلیت نہیں رہا یا ہے مواالبنا اور ہے اور شاہوں سے بات کرنا اور ہے جاہلوں کو دھوکہ دے دینا اور ہے اور

امام حق کے سامنے دروغ بر روئے تو بہت مشکل ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ مجازی دامادی حقیقی دامادی کے مقابلہ میں نہیں پیش کی جا سکتی۔ جن کی شان میں حضور کا یہ ارشاد ہے۔

فاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی ومن اذانی فقد — فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی۔

اذی اللہ ومن اذی اللہ فقد کفر — اس نے خدا کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی وہ کافر ہے۔

فرماتے ہیں۔

رضاء فاطمہ رضاء اللہ وسخط فاطمہ سخط اللہ — فاطمہؑ کی رضامندی خدا کی رضامندی ہے۔ اور فاطمہؑ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔

مولوی عبدالرسول حنفی شارح ماۃ عامل نے کیا خوب کہا ہے۔

انکہ بر گرد حریمش عصمت آمد پردہ دار۔ غیر ازاین دیگر چہ باشد بضعۂ خیرالوری

نیست جائز نام پاکش بر زبان اور ونحو ۔ گر دہن سازم وضوا ز چشمۂ آب بقا

اصل آن یکتا گوہر گزیدہ او صاف شان۔ عقل کل تہ وبہ دیوار تحیر آنکا

محمد بن سیرین جو اہل سنت کے امام محدث اور مفسر ہیں فرماتے ہیں کہ دامادی پیغمبر تو درکنار اگر عثمان کو رسول خدا صلے اللہ والہ وسلم سے کچھ بھی قرابت ہوتی تو امیرالمومنینؑ اس سے انکار کر کے اپنے اشعار میں یہ نہ فرماتے جو فرمایا ہے۔

عثمان کو خطاب کر کے فرماتے تھا

فان کنت بالقربیٰ حججت خصیھم: فغیرک اولیٰ بالنبی واقرب
وان کنت بالشوریٰ ملکت امورھم فکیف بھذا والمشیرون غیب
اگر تم اقربائے رسول میں تھے تو ان کے دشمنوں سے جھگڑنے کیونکہ نبیؐ
سے زیادہ قریب و نزدیک تمہارا غیر ہے اور اگر تم شوریٰ کی وجہ سے ان امور
کے مالک بنے ہو۔ تو اب یہ کیا حال ہے کہ سب مشیر غائب ہیں۔
(ریاض الشہادت)

کسی امر کی تحقیق کے چار معیار اہل سنت کی نظر میں

علماء اہل سنت اس امر پر متفق ہیں کہ کسی امر کی تحقیق کے چار طریقے ہیں۔
کتاب ۔ سنت ، اجماع ۔ قیاس ۔ جو امر ان چار طریقوں میں کسی ایک طریقہ سے
ثابت ہو جائے وہ قابل تسلیم ہے۔

ظاہر ہے کہ بنات رسولؐ کا ثبوت قرآن مجید سے ممکن نہیں ہے احادیث
رسولؐ تو ان میں بھی ایک شاہزادی کے سوا دوسری کا ذکر موجود نہیں ہے کتب
حدیث میں بنات رسولؐ کا ذکر ہے مگر یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ حضورؐ کی
صلبی دختران تھیں۔ حد یہ ہے کہ خود حضرت عثمان نے رسولؐ کی صلبی دختر سے
عقد کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسے حضرت علی مرتضےٰ دعویٰ فرماتے رہے ہیں۔

روایات کے عظیم اختلاف کے بعد اجماع کا دعویٰ بھی ممکن نہیں ہے۔

اب صرف ایک طریقہ باقی ہے یعنی قیاس تو خاتون جنت کی صرف یہ
چند خصوصیات جن کا ذکر سابق میں کیا جا چکا ہے۔ ان میں سے کسی ایک میں

بھی یہ دختران خاتون جنت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ نہ ان کے صفات و کمالات و معجزات میں نہ ان کے عبادات و اخلاق و عادات میں نہ پاکیزہ سیرت میں نہ عصمت و طہارت میں نہ وجوب مودت میں۔ نہ رسولؐ کی محبت میں نہ آیات قرآن میں نہ احادیث رسولؐ میں کسی منزل پر بھی انکا خاتون جنتؑ پہ قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حد یہ ہے کہ سرور کائناتؐ نے فدک ہبہ کیا تو صرف خاتون جنتؑ کو خلافت اول کے دور میں اپنے حق کا بھرے دربار میں مطالبہ کیا تو صرف خاتون جنتؑ نے۔ اپنی میراث کا مطالبہ کیا تو صرف خاتون جنتؑ نے۔ حق نہ ملنے پر ناراض ہوئیں تو صرف خاتون جنتؑ ناراض ہو کر اپنے جنازہ پر نہ آنے کی وصیت کی تو صرف خاتون جنتؑ نے۔ عمر بن عبدالعزیز نے فدک واپس کیا تو صرف خاتون جنتؑ کی اولاد کو۔ حالانکہ زینب کی دختر امامہ موجود تھیں۔

رسولؐ کا کفن و دفن کا انتظام کیا تو صرف خاتون جنتؑ کے شوہر اور رسولؐ کے واحد داماد نے۔ نہ ان کے سوا کوئی بضعۃ الرسولؐ قرار پا سکی۔ اور نہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ کی سند حاصل کر سکی۔ نہ کسی کی سواری میدان حشر میں اس شان سے نکلے گی جس طرح خاتون جنتؑ کی سواری گزرے گی۔

رسولؐ اسلام کی اکلوتی بیٹی

مذاہب عالم کی نظر میں

عام طور پر یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ رسولؐ اسلام کی چار بیٹیوں پہ تمام مذاہب کا اتفاق ہے اس لئے زینب و رقیہ و ام کلثوم کے دختران

رسولؐ ہونے سے انکار اور وحدت بنت رسولؐ کے دعویٰ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے ذیل میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو جائے کہ محققین کی نظر میں دختران رسولؐ کے دعویٰ کی کیا حقیقت ہے اور حضورؐ کی صلبی دختر صرف خاتون جنتؑ ہیں۔

(محققین شیعہ کا بنات رسولؐ سے انکار)

(۱) سابق میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ابو مخنف مقتل امیر المومنینؑ میں لکھتے ہیں کہ زینب حضور کی صلبی دختر نہ تھیں۔

(انوار الاخبار فی تاریخ النبی والہ الاخیار صفا طبع بمبئی ۱۳۱۶ھ مصنفہ مولانا مرزا علی نقی)

(۲) اس کی تائید کرتا ہے کتاب انوار اور کتاب بدع محدثہ کا بیان کہ زینب و رقیہ و ام کلثوم ہالہ خواہر خدیجہ کی لڑکیاں تھیں (مناقب آل ابی طالب۔ علامہ شہر آشوب جلد اول طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ)

(۳) بعض کہتے ہیں کہ رقیہ اور زینب خواہر خدیجہ کی لڑکیاں تھیں۔ ان کی ماں ہالہ بنت خویلد تھیں (تذکرۃ الائمہ۔ علامہ حلیؒ طبع ایران صت ۲)

(۴) علماء خاصہ وعامہ کا خیال یہ ہے کہ رقیہ و ام کلثوم خدیجہ کی لڑکیاں ہیں دوسرے شوہر سے۔ آنحضرتؐ نے ان کی پرورش کی تھی آپ کی صلبی لڑکیاں نہ تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ہالہ خواہر خدیجہ کی لڑکیاں تھیں (حیات القلوب جلد ۲)

(۵) زینب، رقیہ۔ ام کلثوم ہالہ کی لڑکیاں تھیں (جانشینان محکوم صت ۱۵۲)

(۶) رقیہ و ام کلثوم و زینب ابو الہند تمیمی کی لڑکیاں تھیں جو بنات رسولؐ مشہور ہیں اس نے دوسری شادی ہالہ خواہر خدیجہؑ سے کی۔ کچھ مدت کے بعد ابو الہند تمیمی مر گیا۔ ہالہ ان لڑکیوں کو لے کر خدیجہ الکبریٰؑ کے پاس چلی آئیں۔ رقیہ و ام کلثوم کی

شادی عتبہ و عتیق اور زینب کی شادی ابوالعاص مشرکوں سے ہوئی۔ عتبہ و عتیق کے بعد یہی لڑکیاں عثمان صاحب کے نکاح میں آئیں (تحفۃ العوام جائزی)

(۷) کہا گیا ہے کہ رقیہ بنت رسول اللہ صلعم سے عثمان نے عقد کیا اور کہا گیا ہے کہ وہ پروردہ تھی اور یہ صحیح ہے۔ اسی بنا پر رقیہ کو دعا میں بنت رسول اللہ کہنا مجاز ہے جیسے قرآن مجید میں آذر کو ابراہیم کا باپ مجازاً کہا گیا ہے حالانکہ آذر ابراہیم کا باپ نہ تھا کیونکہ انبیاء کفر آباء و عیب امہات سے محفوظ ہوتے ہیں (حاشیہ زاد المعاد سید العلماء علیین مکان)

(۸) اختلاف روایات کی وجہ سے علماء نے اس امر میں اختلاف کیا ہے۔ رقیہ و ام کلثوم آیا رسول خدا صلعم کی صلبی لڑکیاں تھیں یا پروردہ تھیں۔

(انوار نعمانیہ علامہ نعمۃ اللہ جزائری صہ ۱۳۸)

(۹) ابراہیم و قاسم ماریہ قبطیہ سے تھے اور ان دونوں کے لقب طیب و طاہر تھے اور بعض کہتے ہیں کہ طیب و طاہر دو صاحبزادے سے تھے اور بیٹی سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں اور زینب و رقیہ و ام کلثوم میں اختلاف ہے کہ آیا صلب پیغمبر سے تھیں یا نہ تھیں (تحفہ احمدیہ جلد دوم مطبوعہ بستان مرتضوی لکھنؤ صہ ۳۲۵ طبع ۱۳۰۵ھ)

(۱۰) حضرت فاطمہ و قاسم و عبداللہ از حضرت خدیجہ و ابراہیم ماریہ قبطیہ سے اور رقیہ و ام کلثوم و زینب میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں ہیں نہ کہ پیغمبر کی صلبی اولاد (مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ مرحوم مجتہد لکھنوی مخطوطہ)

(۱۱) حضرت فاطمہ و قاسم و عبداللہ حضرت خدیجہ سے ابراہیم ماریہ قبطیہ سے اور رقیہ اور زینب و ام کلثوم میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رقیہ و زینب و ام کلثوم دختران ہالہ خواہر حضرت خدیجہ سے تھیں نہ کہ دختران رسول (قصص و حالات رسول عہد و اولاد کتاب اعمال الصالحین صہ ۱۹۴ طبع ۱۳۰۳ھ مصنفہ مولوی سید

محمد مصطفی ابن سید محمد اصغر علیہ سید العلماء سید حسین صاحب مجتہد فرزند غفران مآب رح

(۱۲) رقیہ و زینب و ام کلثوم دختران ہالہ ہمشیرہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور رسول پاکؐ نے ان کی پرورش کی اس وجہ سے دختران رسولؐ مشہور ہوئیں (شجرہ سادات ص۳۷)

(۱۳) واضح ہو کہ جمیع علماء فرقہ امامیہ اثنا عشریہ متفق اللفظ ہیں کہ بجز فاطمہ زہراؑ کے کوئی لڑکی آنحضرتؐ کی نہیں تھی (اعلام الوریٰ سید مرتضےٰ علم الہدیٰ) و کلینی و شیخ مفید و ابن بابویہ و ملا محمد باقر مجلسی اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر علماء امامیہ کہتے ہیں ۔ رقیہ زینب و ام کلثوم یہ لڑکیاں سیدہ عالم خدیجہؑ کی نہیں ہیں بلکہ دختران خواہر خدیجہؑ ہیں اور بعد وفات ابو ہند ان کے باپ کے بجائے ان کی ماں ہالہ نے پرورش کیا اور بعض روایات کے قائل ہیں چونکہ ان لڑکیوں کی ماں اور باپ کے انتقال کے بعد رسول خداؐ و خدیجۃ الکبریٰؑ نے انہیں پرورش کیا اس سبب سے یہ رسولؐ خدا کی لڑکیاں مشہور ہوئیں جیسا کہ احقاق الحق و منہاج الفاضلین میں لکھا ہے ۔ (تحفۃ الانساب ص۱۳۱ مؤلفہ سید محمد صاحب نوگانوی مطبوعہ اثنا عشری پریس لکھنؤ)

(۱۴) بعضے میگویند کہ رقیہ و زینب دختران خواہر خدیجہ بودند ۔ مادر ایشاں ہالہ بنت خویلد بود (تذکرۃ الائمہ علامہ مجلسی رح طبع ایران ص۲)

ترجمہ : ۔ بعض کہتے ہیں کہ رقیہ و زینب خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد کی لڑکیاں تھیں ۔

(۱۵) قد اختلف العلماء لاختلاف الروایات فی انہما (رقیہ و ام کلثوم) ھل ھما من بنات النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم من خدیجۃ ام ربیبتاہ

روایات مختلف ہونے کی وجہ سے علماء نے اس امر پر اختلاف کیا ہے کہ وہ دونوں رقیہ و ام کلثوم آیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر تھیں ۔ خدیجہ سے یا ان کی پروردہ ہیں ۔ (انوار نعمانیہ ص۳)

(۱۶) یؤکد ذالک ما ذکر فی کتاب

اس کی تاکید کرتا ہے ۔ وہ جس کا ذکر کتاب

الانوار والبدع کا تتانبتی هاله اخت خدیجة - الانوار والبدع میں ہے کہ رقیہ وام کلثوم دونوں ہالہ خواہر خدیجہؓ کی لڑکیاں تھیں -

(مراۃ العقول مجلسی جلد اوّل صد۳۰۲ مناقب علامہ شہرآشوب طبع بمبئی صد۸۶)

(۱۷) اگر آپ کی صلبی دختران ہوتیں تو ہرگز کفار سے نکاح نہ کرتے جیسا کہ مجدد سرہندی کہتے ہیں۔ حضرت رسولؐ قبل از بعثت کسی ایسے فعل کے مرتکب نہیں ہوئے جو فی الحقیقت برا تھا جیسا کہ شراب وسرقہ وزنا وغیرہ - بت پرستوں سے بیزاری ملت ابراہیمؑ ہے (مکتوبات جلد۳ صد۳۹)

قال جعفر الصادق نتکافاو صاکم ولا نتکافا منزوجکم فقال الخارجی - ہم تمہارے خون میں کفو ہیں رشتوں میں کفو نہیں ہیں -

ها انا قد جئتک خاطبا - خارجی نے کہا کہ اس وقت میں آپ کے پاس پیغام نکاح کے لئے آیا ہوں -

فقال له ابو عبد الله علیه السلام انک کفو فی حسبک فی قومك ولکن الله عزوجل صاننا عن الصدقة وهی اوساخ ایدی الناس فنکره ان نشرک فیما فضلنا الله به من لم یجعل له مثل ما جعل الله لنا - پس اس سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تو اپنے نسب میں اپنی قوم میں کفو ہے لیکن خدائے عزوجل نے ہمیں صدقہ سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے ہاتھ کا میل ہے لہٰذا ہم اس فضیلت میں جو خدا نے ہمیں عطا کی ہے ان کو شریک کرنے سے کراہت کرتے ہیں جنہیں ہماری طرح یہ شرف نہیں ملا ہے -

فقام الخارجی وهو یقول تالله مارایت رجلاً مثله - پس خارجی یہ کہتا ہوا اٹھا کہ خدا کی قسم میں نے ایسا مرد کبھی نہیں دیکھا -

(فروع کافی جلد ۲ کتاب النکاح باب الکفو)

چار دختروں کا عقیدہ بدعت ہے :- علامہ حسن بن علی طبری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بدعت یہ

ہے کہ رقیہ و زینب جو عثمان کی زوجہ تھیں وہ نہ دختر رسول تھیں اور نہ دختر خدیجہؓ بلکہ وہ ابو ہند کی لڑکیاں تھیں جو بنی تمیم سے تھا۔ ہالہ بنت خویلد خواہر خدیجہؓ ان کی زوجہ تھیں ان سے رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابو ہند نے اس وقت انتقال کیا جب ہالہ حمل سے تھیں۔ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ہند رکھا گیا۔ ابو ہند کے فوت ہونے کے بعد ہالہ پریشان حال تھیں۔ خدیجہؓ انہیں اپنے گھر لے آئیں اور یہی ہالہ حضرت خدیجہؓ سے رسولؐ اسلام کے رشتہ کا ذریعہ قرار پائیں اور حضورؐ کا عقد ہو گیا اس عقد کے بعد ہالہ نے انتقال کیا چونکہ یہ بچے یتیم تھے اس لیے آنحضرتؐ اور خدیجہؓ نے کمال شفقت و محبت سے ان کی پرورش کی یہاں تک کہ مشہور ہو گیا کہ یہ خدیجہؓ کے بچے ہیں اور کچھ لوگ انہیں رسولؐ اسلام کی اولاد کہنے لگے۔

چونکہ زمانہ جاہلیت کا یہ رواج تھا کہ جو شخص کسی یتیم کی پرورش کرتا تھا اسی کی طرف وہ بچے منسوب کر دیے جاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ اگر غلام خرید تے تو وہ غلام بھی اپنے مالک کی طرف منسوب کر دیئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں کا مولیٰ۔ حالانکہ مولیٰ ایسا لفظ ہے کہ جو فرزند، باپ۔ چچازاد، مالک، غلام اور اس کے مانند کئی معنوں میں بولا جاتا ہے کامل بہائی تالیف حسن بن علی بن محمد بن علی بن حسن طبری۔ جزو اول صفحہ ۳۰۶ (طبع قم)

انہوں نے اس کتاب کے صفحہ ۲۰۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ امیہ ایک رومی غلام تھا جسے عبد الشمس نے پرورش کیا تھا وہ ان کا فرزند مشہور ہو گیا۔ ورنہ وہ نہ ان کی اولاد سے تھا اور نہ اس کی اولاد کا قریش سے کوئی تعلق ہے۔

کیا ان حوالوں اور فتوؤں کے بعد بھی یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک مذکورہ دختران آنحضرتؐ کی صلبی دختران مانی جاتی ہیں۔ جب کہ سیرت ابن ہشام نے ہند اور زینب کو ابو ہالہ کی لڑکیاں بتلایا ہے اور تحفۃ العوام حائری نے یہ ہر سہ دختران ابو ہند کی بتلائی ہیں جو ان کی پہلی زوجہ سے تھیں اور تحفۃ الانساب نے انہیں ربیبہ بتلایا ہے یعنی یہ ہالہ کی دختران بھی نہیں تھیں بلکہ ان کے شوہر ابو ہند کی پہلی زوجہ سے تھیں۔

ارباب روایت غور فرمائیں کہ تاریخ میں ہالہ کے شوہر کا نام ہند اور ابو الہند کی دختر کا نام ہند درج ہے۔ عجب نہیں کہ انہیں ناموں کے اشتباہ کی بنا پر یہ روایت تیار ہو گئی کہ حضرت خدیجہؑ کے پہلے شوہر کا نام ابو ہالہ اور فرزند کا نام ہند تھا۔ ورنہ درحقیقت نہ کوئی عتیق یا ابو ہالہ تھا اور نہ ہند۔ ابو الہند وہی ہے جو ہالہ کا شوہر تھا اور ہند وہی دختر ہے جو ابو الہند کی پہلی زوجہ سے تھی اور یہ تینوں لڑکیاں ہالہ کی نہیں بلکہ ابو الہند کی ہیں جو ان کے باپ کی وفات کے بعد ہالہ کے ذریعہ رسول اکرمؐ کے گھر میں پرورش پاتی رہیں اس جرم میں خدیجہؑ ام الہند مشہور کر دی گئیں اور ہر سہ دختران، دختران رسولؐ مشہور ہو گئیں۔ چونکہ ان میں دو کا عقد حضرت عثمان سے یکے بعد دیگرے ہوا۔ اس لئے شام کی حکومت نے ان پر بنات رسولؐ ہونے کی پختہ مہر لگا دی۔ اب ہر مؤرخ سنی ہو یا شیعہ حکومت کے زور سے مجبور تھا کہ انہیں بنات رسولؐ ضرور کہے۔ ورنہ قابل تعزیر ہو گا۔

مندرجہ بالا ثبوت اور شہادتوں کے علاوہ یہ وہ حقیقت ہے جس سے وہ لوگ بھی انکار نہیں کر سکتے جو اہل بیتؑ کے دوست دار نہ تھے۔

محققین اہل سنت کا بنات رسولؐ سے انکار

ذیل میں کتب اہل سنت سے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ترجمہ نہج البلاغہ رئیس احمد صاحب جعفری کا حاشیہ صد ۵۵ نٹ نرث طبع لاہور)

ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ بیٹیاں جناب خدیجہؓ سے متعلق تھیں اور پیغمبر کی طرف اسی طرح منسوب تھیں جیسے زید کو ہر ایک فرزند رسول کہتا تھا۔ چنانچہ قرآن نے کہا ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم

(۲) مولوی محمد حیات خلیلی سنبھلی حاشیہ ابو داؤد صد ۱۵۷)

وہ خود تحریر کرتے ہیں:۔

اسولی ان اکتب علیہ تعلیقا یزیل الحواشی ومن کل جھتہ یفوق الحواشی

انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پر ایسا حاشیہ لکھوں جو شبہات کو دور کر دے اور سب حاشیوں پر ہر جہت سے فوقیت حاصل کرے

کتاب الجہاد سے اس باب میں جہاں جنگ بدر میں ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف کے گرفتار ہونے پر ان کی زوجہ زینب نے گردن بند فدیہ کے واسطے روانہ کیا تھا اس کے حاشیہ ۲ پر لکھتے ہیں۔

قولہ فی فدا ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف زوج زینب امھا ھالہ بنت خویلد اخت خدیجہ من الاب

ان کا قول ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف کے فدیہ میں جو زینب کے شوہر تھے ان کی ماں ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہؑ کی پدری بہن یعنی صرف باپ کی جانب سے تھیں۔

(۳) غیاث الدین بن ہمام الدین۔ حبیب السیر صد ۴۹ جزو سوم جلد اول طبع بمبئی)

صاحب اعلام الوریٰ و بعضے دیگراز سالکان مذہب امامیہ راعقیدہ السنت کہ حضرت خیر البریہ را غیراز سیدۃ النسا، دخترے نبودہ زینب ورقیہ وام کلثوم ربائب آنحضرت بودہ اند

صاحب اعلام الوریٰ اور بعض دیگر مسلک امامیہ پر چلنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت خیر البریہؐ (سرور کائناتؐ) کی سیدۃ نساء العالمین کے سوا کوئی دختر نہ تھی۔ زینب ارقیہ ام کلثوم آنحضرتؐ کی پروردہ تھیں۔

(۴) سیرت ابن ہشام حاشیہ زاد المعاد ابن قیم صد ۳۴۴ طبع میمنہ مصر)

آنحضرت سے قبل خدیجہ ابوہالہ کے عقد میں تھیں جن سے ہند اور زینب پیدا ہوئے۔

(۵) سیرت النبویہ لابن ہشام صد ۲۹۳ جلد ۴ مطبع مصر)

کانت قبلہ عند ابی ھالہ بن مالک بن احمد بن اسید فولدلہ ھند من ابی ھالہ وزینب بنت ابی ھالہ

وہ اس سے قبل ابوہالہ کے عقد میں تھیں۔ جو مالک بن احمد بن اسید کا فرزند تھا ابوہالہ سے ہند اور زینب پیدا ہوئے۔

(۶) تاریخ خمیس جلد اوّل دیار بکری صد ۲۹۵ طبع مصر)

ثم خلفت علیھا بعدہ ابوھالہ فولدت لہ ولدا یقال لہ ھند وبنتا یقال لھا ھالہ و زینب وکانت تکنی ام ھند وتدعی الطاھرۃ

ان کے بعد ان کا ابوہالہ سے عقد ہوا ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جسے ہند کہتے تھے اور لڑکی پیدا ہوئی جسے ہالہ اور زینب کہتے تھے اور ان کی کنیت ام ہند تھی اور طاہرہ کہہ کر بلائی جاتی تھیں

(۷) تاریخ خمیس دیار بکری صد ۲۹ جلد اوّل طبع مصر۔

اما الجاریتان المذکورتان فی اولاد خدیجہ قبل رسول اللہ

لیکن وہ دو لڑکیاں جن کا آنحضرتؐ سے قبل اولاد خدیجہؑ سے ذکر کیا جاتا ہے،

فلم اجد من اخبارهما بشیٔ   پس مجھے ان کی خبروں کے متعلق کچھ نہیں
واللہ اعلم   ملا اور خدا بہتر جانتا ہے۔

(۸) وسیلۃ النجات ملا محمد مبین فرنگی لکھنوی صد ۴۳ طبع گلشن فیض مولوی گنج)

ونزد امامیہ زینب وام کلثوم   اور امامیہ کے نزدیک زینب و ام کلثوم
از اخت خدیجہ زوجہ رسول خدا   خدیجہؑ زوجہ رسولؐ خدا کی بہن کی لڑکیاں
بودند۔   تھیں۔

(۹) شوریٰ کے وقت علی مرتضیٰؑ نے احتجاج کیا کہ میرے گھر رسولؐ کی دختر ہے (صواعق محرقہ) مگر کسی نے نہ کہا کہ حضرت عثمان کے گھر دو دختر ہیں۔

(۱۰) مجمع البحرین:۔

قیل ان رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ   کہا گیا ہے کہ رقیہ بنت رسولؐ خدا
علیہ والہ وسلم تزوجہا عثمان   صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عثمان نے عقد
وقیل انہا ربیبتہ وھو الاصح   کیا اور کہا گیا ہے کہ وہ ان کی پروردہ تھی
اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

(۱۱) السر المختوم فی تحقیق عقد ام کلثوم صد ۱ مولوی محمد انشا اللہ محمدی صدیقی حنفی۔
ہم نے رسول کی چار بیٹیاں شہرت کی بنا پر لکھ دیں ورنہ اگر روایات پرکھی جائیں تو اختلاف شدید کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہوتے کہ درست صرف یہی ہے کہ بطن جناب خدیجہ الکبریٰؑ سے فقط حضرت فاطمہؑ متولد ہوئی تھیں۔

(۱۲) ذخائر العقبیٰ صد ۹۷ صواعق محرقہ صد ۷۶ طبع مصر۔ تاریخ الخلفاء صد ۱۱۶ طبع دہلی)

ینابیع المودۃ:۔

قال عبد اللہ بن عیاش بن ربیعہ   عبد اللہ بن عیاش بن ربیعہ نے کہا کہ

کان لعلیؑ ما شئت من ضرس قاطع ۔ علیؑ میں جو تم چاہو کمال علم موجود تھا اور
فی العلم وکان لہ القدم فی الاسلام ۔ وہ پہلے مسلمان تھے اور رسولؐ خدا کے
والصھولرسول اللہ والفقہ فی السنۃ ۔ داماد تھے اور حدیث کے سمجھنے والے
والنجدۃ فی الحرب والجود فی المال ۔ اور جنگ کے لئے ماہر اور مال کے
سخاوت کرنے والے تھے ۔

(۱۳) صواعق محرقہ صہ ۱۱۱

وفات رسولؐ کے بعد مجمع عام میں جن میں ابوبکر و عمر و عثمان موجود تھے ۔ علی مرتضیٰؑ
نے فرمایا لوگو! تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو مجھ سے زائد پیغمبرؐ
کا قرابت دار ہو اور جس کو انہوں نے اپنا نفس قرار دیا ہو اور اس کے بیٹوں کو اپنا
بیٹا کہا ہو ۔ اور آنحضرتؐ کی بیٹی جس کی زوجہ ہو ۔ سب نے کہا کہ یا علیؑ آپ
کے سوا ہم میں سے کسی کو یہ فخر حاصل نہیں ہے ۔

(۱۴) احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب مؤلفہ شاہ علی حیدر کاکوروی ۱۹۲۲ء

اگر غور سے دیکھا جائے تو خاصان الٰہی میں انبیاء اللہ کے بعد حضرت امیر المومنین
امام المتقین باب اولیت خاتم دور خلافت شیخ المہاجرین والانصار قسیم الجنۃ والنار
نفس الرسول زوج البتول سید فی الدنیا والاخرہ کاسر اصنام الکعبہ رایۃ الھدیٰ
امام الاولیاء المنصوص بنص من کنت مولاہ فہٰذا علی مولاہ والمنصوص بنص ما انتجاہ ولکن
اللہ انتجاہ ۔ باب مدینۃ العلم والحلوم والمعارف والعلم ۔ سید العرب ۔ صدیق اکبر
فاروق اعظم ۔ سیدنا ابی الحسنین وابی تراب وصی رسولہ واخیہ ومولی الکل علی مرتضےٰؑ
حیدر المسجود الانجاب کرم اللہ وجہہ، کا مثل ملنا غیر ممکن ہے ۔

(۱۵) تحقیق سید و سادات طبع کراچی محمود احمد عباسی صہ ۲۸۵

خلافت عباسیہ کے دم توڑنے کے زمانہ ہی سے ابن بناتہ کے مصنفہ خطبات

ملک شام کے علاوہ حجاز میں بھی مروج ہو گئے۔ حجاز میں حسینی شرفاء مکہ کی حکومت تھی ابن بطوطہ نے سفر مکہ کے حالات کے ضمن میں نماز جمعہ کی کیفیت بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ خطیب سیاہ عمامہ اور سیاہ لباس زیب تن کر کے اس طرح آتے کہ دو مؤذن ان کے ساتھ ہوتے۔ سیاہ جھنڈے لئے ہر دو جانب کھڑے رہتے خطبہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جملہ صحابہ کے اور رسول اللہ صلعم کے دونوں چچا کے اور دونوں نواسوں اور ایک صاحبزادی فاطمہ زہراؑ اور ان کی والدہ خدیجہؓ کے نام لیتے اور رضا الہٰی کی دعا کرتے۔ ان بزرگوں کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز مدح سرائی کا تصور بھی اس زمانہ کے لوگوں کو نہ تھا۔

(۱۶) تحقیق سید و سادات محمود احمد عباسی طبع کراچی صد ۲۸۵۔

متاخرین میں مولوی اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کے دوازدہ ماہی خطبوں میں حضرات حسنینؓ اور ان کی والدہ ماجدہ کی سرداری اہل جنت کی حدیثیں اور حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کی دعائے مغفرت ترمذی کے حوالہ سے نقل کر دی گئی ہیں

(۱۷) شرح ابن ابی الحدید معتزلی

ان زینب وام کلثوم کانتا ابنتیہ ولم تکونا بنتیہ — زینب وام کلثوم آنحضرتؐ کی پروردہ تھیں ان کی لڑکیاں نہ تھیں۔

(۱۸) اعمال جنۃ البقیع میں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ کی زیارت اور ان کی والدہ کی نماز کا ذکر ہے۔ لیکن زینب و رقیہ و ام کلثوم کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۹) علی کا رسول کی اکلوتی بیٹی کا شوہر ہونے کے لحاظ سے بھی مستحق خلافت ہونا۔ دا انا پالوجی فار اینڈ قرآن جان ڈیون پورٹ لکچر محمدن لا امیر علی صد ۲۴ فیصلہ مشہور بمقدمہ مسٹر جسٹس ارنو سنر ارونگ۔

مسٹر میٹ لینڈ

حضرت عمرؓ کی گواہی:۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ وہ تین خصوصیات جو حضرت علیؓ کو حاصل ہیں اگر مجھے ان میں سے ایک بھی حاصل ہو جاتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ ایک خیبر میں علم لشکر جو حضور کے اعلان لاعطین الرایتہ غداً الی رجلاً کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لن یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ کے بعد مجھے نہ مل سکا۔ علی مرتضیٰ کو ملا۔ دوسرا صحن مسجد سے میرا دروازہ بھی بند کر دیا گیا مگر علی مرتضیٰؑ کا دروازہ بند نہ ہوا تیسرا فاطمہؑ بنت رسولؐ سے ان کا عقد (تاریخ الخلفاء طبع مصر صہ ۱۷۱ برہان قاطع صہ ۲۱۷)

حضرت امیر المومنینؑ فخریہ فرماتے ہیں۔

دامادِ رسولؐ کا فخر عقد بتولؑ پر۔

بنت محمد سکنی وعرسی (صواعق محرقہ)

دختر رسولؐ میری زوجہ ہے (ترجمہ صواعق محرقہ صہ ۲۲۰)

امام شافعیؒ کا ارشاد

الی ما الی ماو حتی متی : اعاتب فی حب ھذا الفتی

فھل زوجت فاطمۃ غیرہ : وفی غیرہ ھل اتی ھل اتی

کب تک اور کہاں تک مجھے اس جوان کی محبت سے روکا جائے گا کیا فاطمہ زہراؑ جیسی زوجہ ان کے سوا کسی کو نصیب ہوئی ہے اور کیا سورہ دہر ان کے سوا کسی اور کی شان میں نازل ہوا ہے۔

حسان بن ثابتؓ دامادِ رسولؐ کی شان میں:۔ حسان بن ثابت صحابی رسولؐ کا مندرجہ ذیل کلام شاہد ہے کہ داماد رسولؐ کون ہے اور کون نہیں۔

یا قوم من مثل علی و قد : ردت علیہ الشمس من غائب
اخو رسول اللہ و صہرہ : والاخ لایعدل للصاحب

اے قوم علیؑ کے مثل کون ہو سکتا ہے۔ وہ وہ ہیں کہ آفتاب مغرب سے ان کے لئے پلٹا وہ رسول اسلام کے بھائی بھی اور داماد بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ بھائی بھائی ہے اور ساتھی ساتھی ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

غیر مسلمین کی گواہی وحدت بنت رسول پر :-

ایک یہودی نے جب اسلام قبول کیا تو بتلایا کہ ہم سے موسیٰ ابن عمران نے یہ عہد لیا ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا تو وہ بزرگ تشریف لائیں گے جن کا نام احمدؐ و محمدؐ ہو گا۔ وہ آخری پیغمبر ہوں گے ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ ہاں ان کے بعد بارہ وصی ہوں گے۔ جن کا پہلا ان کا چچا زاد بھائی اور داماد ہو گا

(ینابیع المودت صہ۴۴)

کریالوجی کی عظیم الشان پیشگوئی

اس کی ایک پتری دوجی ہوا نہ مول الی اور ہوادس کا رانی سرک بھتولؑ

شجر نمبر ۶ کرم شاستر۔ مہامتؑ اور الی۔ (ماخوذ از معارف اسلام)

تحقیق امین حکیم سید محمود گیلانی دام عزہم و علاہم۔ سرپرست ادارہ تحقیقات حیدری معراجکے (دجیان) ضلع سیالکوٹ۔

حامیان بنات رسولؐ کے اعتراضات اور ان کا رد

کہا جاتا ہے کہ اگر بنات رسولؐ کی کوئی اصلیت نہیں ہے تو خالص کتب شیعہ میں بنات رسولؐ کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔

جواب :- سائل کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور نبی اکرمؐ کے بعد بنی امیہ نے

بنی عباس کا دور حکومت رہا اور اس زمانہ میں ہر حکومت مذہب کے نام پر بنائی جاتی تھی اس لئے ہر بادشاہ وقت کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا ورنہ اہلسنت کے مذہب میں خلفاء راشدین صرف چار ہیں۔

بلکہ اس وقت سے آج تک اس خطہ زمین پر امیر المومنینؑ کے پانچ سال کے علاوہ ہمیشہ مخالفین اہل بیتؑ کی حکومت رہی۔ خصوصاً امیر معاویہ کے زمانہ میں حدیثوں کی ٹکسال قائم کر دی گئی تھی اور ایک ایک حدیث وضع کرنے پر ہزاروں درہم و دینار انعام میں دیئے جاتے تھے اور معاویہ کو خصوصی طور پر فکر تھی کہ اہل بیتؑ کے مقابلے میں حضرت عثمان کا تفوق اور بلندی ثابت کی جائے تاکہ اس ذریعہ سے وہ بلندی حاصل کر سکیں۔ اسی لئے حکومت کے منشاء کے مطابق انہیں دختران رسولؐ مشہور کیا گیا اور مؤرخین یہی کچھ لکھتے رہے ہیں۔

دوسری جانب شیعوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری تھا۔ حبس اور جلاوطنی معمولی بات تھی۔ حجر ابن عدیؓ۔ رشید ہجریؒ۔ میثم تمارؒ وغیرہ دوست داران اہل بیتؑ کے بلاجرم قتل کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ اور یہ تقلید تھی ان مظالم کی جو حضرت ابوذر غفاری صحابی رسولؐ پر کئے جاتے رہے۔ کوئی شخص اہل بیتؑ کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ ہر ممبر پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر حکماً سب و شتم کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت تک جاری رہا۔ کئی کتابیں قید خانوں میں لکھی گئیں۔ ایسے نازک دور میں شیعہ محدثین و مؤرخین نے سلسلہ تالیف شروع کیا۔ اس لئے وہ مجبور تھے کہ جس مذہب کی جو روایت مل جائے اسے درج کر لیں اور فیصلہ آنے والی نسلوں پر چھوڑ دیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کتابوں کی تصنیف و تالیف و اشاعت ہی ممکن نہ ہوتی۔

متاخرین میں جن حضرات نے اسے قابل توجہ نہیں سمجھا اور اس حقیقت پر

غور نہیں کیا۔ وہ نقل در نقل کرتے رہے اور جن علماء کے یہ حقائق پیش نظر تھے انہوں نے اس کی جانچ پڑتال کی اور ان روایات پر نظر دوڑائی جو سرکاری مذہب کے پابند نہیں رہے تھے انہوں نے صاف لکھ دیا کہ حضور ختمی مرتبتؐ کی صلبی دختر نیک اختر صرف ایک ہی باقی پروردہ تھیں۔

اصول کافی اور بنات رسول :- کہا جاتا ہے کہ اصول کافی جو مذہب شیعہ کی معتبر کتاب ہے اس میں بنات رسولؐ کا ذکر بلکہ ان کے نام موجود ہیں۔

جواب :- اصول کافی فن حدیث کی کتاب ہے اس میں احادیث ہی احادیث درج کی گئی ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح اس میں تاریخ درج نہیں ہے۔ مگر جس مقام پر بنات رسولؐ کا ذکر ہے اس سے قبل جلی سرخی سے باب تاریخ لکھا گیا ہے اس کے ذیل میں بنات رسولؐ کے ذکر سے قبل آنحضرتؐ کی ولادت اور وفات بھی درج ہے اور ولادت و وفات کی ربیع الاول کی وہی تاریخیں درج ہیں جو اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق ہیں۔ ورنہ ملت شیعہ کی نظر میں آپ کی تاریخ ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول اور تاریخ وفات ۲۸ صفر ہے۔ اس باب تاریخ میں جو کچھ درج ہے سب اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق ہے جسے کوئی شیعہ تسلیم نہیں کرتا۔

لہٰذا عین ممکن ہے کہ حکومت کے زور سے اس میں باب التاریخ کا اضافہ کر کے ان کے مسلمات درج کر دیے گئے ہوں یا خود مؤلف نے حکومت کی تسکین کے لئے اہل سنت کے عقائد الگ باب کے ذیل میں درج کر دیے ہوں تاکہ حکومت بھی مخالفت نہ کرے اور آنے والی نسلیں بھی یہ سمجھ لیں کہ یہ اہل سنت کے عقائد ہیں جنہیں الگ باب میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی الگ سرخی دے کر حدیث سے الگ کر کے اس پر باب التاریخ لکھ دیا گیا ہے۔

تحفۃ العوام اور بنات رسول :-

کہا جاتا ہے کہ اگرام کلثوم در قیہ بنات رسول نہ تھیں تو تحفۃ العوام میں بنت رسول لکھ کران پر درود و سلام کیوں درج کیا گیا ہے۔

جواب :- سائل نے یہ غور نہیں کیا کہ اسلام میں کن کن ہستیوں کو درود و سلام کا حق حاصل ہے۔

ارشاد رب العزت ہے ملاحظہ ہو۔

هو الذی یصلی علیکم وملائکته یخرجکم من الظلمات الی النور۔

خدا وہی ہے جو تم پر خود بھی درود بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ بھی تاکہ تمکو ظلمات سے نکال کر نور تک پہنچا دے۔

تفسیر کشاف ج۲ میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس آیت کے بموجب ہر مومن پر درود بھیج سکتے ہیں مگر چونکہ روافض نے اپنے اماموں پر درود بھیجنے کا شعار بنالیا ہے اس لئے ہم نے ہر مومن پر درود بھیجنا ترک کر دیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد رب العزت ہے۔

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون

ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور اولاد کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدو کہ جب ان پر مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے لئے ہیں اور ہیں اسی کی طرف جانا ہے انہی لوگوں پر ان کے رب کی جانب سے صلوات بھی ہے اور رحمت بھی اور یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

جن کا امتحان لیا گیا ہو اور وہ ظلم پر بھی صابر و شاکر رہے ہوں وہ بھی درود کے مستحق ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں رقیہ و ام کلثوم پر درود بھیجا گیا ہے مگر ان کی بہن زینب کا ذکر نہیں ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جن پر ظلم کیا جائے اور وہ صبر کریں وہ صلوات کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

رہا یہ کہ انہیں بنت رسول اللہؐ کیوں لکھا گیا ہے تو وہ بالکل درست ہے اس لیے کہ وہ حضورؐ کی پروردہ بیٹیاں تھیں۔

زاد المعاد میں ہے کہ ماہ رمضان میں ہر دن خاص کر جمعہ کے دن یہ دعا پڑھی جائے

اللھم صلی علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا۔ اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا

خداوندا تو صلوات بھیج اپنے نبی کی دختر رقیہ پر اور اس پر لعنت کر جس نے اس کے بارے میں تیرے نبی کو اذیت دی خداوندا درود بھیج اپنے نبی کی دختر ام کلثوم پر اور اس پر لعنت بھیج جس نے اس کے بارے میں تیرے نبی کو اذیت پہنچائی۔

زاد المعاد کی اس دعا کا ماخذ کتاب الاقبال ہے اور کتاب الاقبال میں اس کی کوئی سند درج نہیں ہے اس لیے اس پر اعتبار کرنا مشکل ہے۔

حیاۃ القلوب مجلسی اور بنات رسولؐ:۔ حیاۃ القلوب جلد دوم باب ۵۱ میں رسولؐ اسلام کی چار بیٹیاں زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ زہراؑ کیوں درج ہیں۔

جواب:۔ حیاۃ القلوب میں آنحضرتؐ کی اولاد اس ترتیب سے درج کی گئی ہے۔ طاہر۔ قاسم۔ فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب۔ اس ترتیب ہی سے

اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس روایت کی کیا حیثیت ہے اس لئے کہ اس پر سب مومنین کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کی پہلی اولاد یا قاسم ہے یا زینب۔ بلکہ بعض مورخین نے زینب کو آنحضرتؐ سے قبل ابو ہالہ کی دختر بیان کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ہالہ بھی تھا جس کی وجہ سے باپ کی کنیت ابو ہالہ ہو گئی۔ اسی لئے حضورؐ کی کنیت ابو القاسمؐ ہے۔ کیونکہ ہمیشہ کنیت فرزند اکبر کے نام سے ہوتی ہے۔ مگر اس روایت میں قاسم سے پہلے بلکہ سب سے پہلے طاہر کا نام ہے۔ حالانکہ متعدد راویوں نے ان کی ولادت بعثت کے بعد بتلائی ہے اور اسی کتاب کے اسی باب میں یہ بھی درج ہے کہ طیب و طاہر عبداللہؑ کا لقب ہے کیونکہ وہ بعثت کے بعد متولد ہوئے تھے۔ اور اسی کتاب میں ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ قاسم عبداللہؑ سے پہلے پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی ہے کہ عبداللہؑ قاسم سے پہلے پیدا ہوئے اور یہ بھی ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دونوں کسنی میں مکہ معظمہ میں انتقال کر گئے اور اسی باب میں یہ بھی ہے کہ آپ کے پانچ فرزند تھے۔ قاسم۔ عبداللہؑ۔ طیب۔ طاہر خدیجہؑ سے اور ابراہیم ماریہ قبطیہؑ سے۔

پہلی روایت میں یہ امر بھی حیرت انگیز ہے کہ اولاد رسولؐ اس ترتیب سے درج کی گئی ہے۔ طاہر۔ قاسم۔ فاطمہ زہراؑ۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب۔ حالانکہ اس پر تمام مورخین کا تقریباً اتفاق ہے کہ زینب اکبر بنات تھیں جنہیں آخر میں درج کیا گیا ہے اور اکثر راویوں نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اصغر بنات لکھا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ بعثت کے بعد پیدا ہوئیں مگر راوی نے ان کا نام سب لڑکیوں سے پہلے لکھا ہے اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ راوی کو خود حقیقت کی خبر نہیں ہے اس نے صرف سرکاری دختران کی فہرست پوری کر دی ظاہر ہے کہ مشہور اس روایت کو کہا جا سکتا ہے جو اس جماعت میں مشہور ہو

جو اکثریت میں ہے اس سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اہل سنت سے ماخوذ ہے۔

افسوس یہ ہے کہ کسی روایت میں راویوں کے نام درج نہیں ہیں ورنہ ہم فن رجال کی کسوٹی پر کس کر بتلا دیتے کہ کن کن راویوں کا کیا کیا مذہب تھا اور وہ کس گھر سے آئی ہیں۔

اسی باب میں یہ بھی درج ہے کہ فاطمہ زہراؑ کا عقد علی مرتضےٰؑ سے ہوا اور زینب کا عقد ابوالعاص بن ربیعہ اموی سے اور ام کلثوم کا عثمان بن عفان سے۔ اور چونکہ وہ رخصتی سے قبل انتقال کر گئیں لہذا جنگ بدر کے موقعہ پر رقیہ کا عقد عثمان سے ہوا حالانکہ جب زینب کا عقد ابوالعاص سے ہوا۔ اسی دور میں رقیہ وام کلثوم کا عقد عتبہ وعتیق پسران ابولہب سے ہوا تھا اسے بیان کرنا چاہئیے تھا۔ پسران ابولہب کے طلاق کے بعد بعثت کے بعد ان کا عقد یکے بعد دیگرے عثمان بن عفان سے ہوا ہے وہ تینوں عقد بعثت سے قبل مشرکین سے ہوئے تھے عتبہ و عتیق سے ان دونوں لڑکیوں کے عقد کا ذکر نہ کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ راوی کو حقیقت کی کوئی خبر نہیں ہے۔ صرف سرکاری دختران کی فہرست گنوانے کے لئے یہ روایت گڑھی ہے۔

اسی باب میں عامہ و خاصہ یعنی سنی اور شیعہ علماء کا یہ اعتقاد بھی درج ہے کہ رقیہ و ام کلثوم دونوں خدیجہؑ کے پہلے شوہر سے تھیں آنحضرتؐ کی دختر نہ تھیں البتہ آپ نے ان کی تربیت کی تھی۔

اور یہ قول بھی درج ہے کہ یہ ہالہ خواہر حضرت خدیجہؑ کی لڑکیاں تھیں وہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد انہیں لے کر خدیجہ کے پاس آگئیں اور وہیں پرورش پائی اسی باب میں یہ بھی درج ہے کہ ابوالعاص شوہر زینب جنگ بدر میں مشرکین

کی جانب سے جنگ کرنے آیا۔ گرفتار کیا گیا۔ یہ خبر سن کر زینب نے ان کی رہائی کے لئے مکہ سے وہ قلادہ روانہ کیا جو حضرت خدیجہؑ نے انہیں دیا تھا۔ حضورؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔ وہ رہا ہو کر مکہ معظمہ چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد واپس آ کر اس نے اسلام قبول کیا۔

اسی باب میں حضرت عثمان کے وہ مظالم بھی درج ہیں جو انہوں نے رقیہ پر کئے جن کی وجہ سے انہوں نے انتقال کیا۔ جن کا تصور کر کے دل دہل جاتا ہے۔

مورخین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان عقد کے بعد اپنی زوجہ کو ہجرت حبشہ کے موقعہ پر ہمراہ لے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر انہوں نے انتقال کیا اس کے بعد دوسری دختر سے آپ کا عقد ہوا۔ مگر مندرجہ بالا باب میں یہ درج ہے کہ حضرت عثمان کی پہلی زوجہ رخصتی سے پہلے انتقال کر گئی اگر یہ درست ہے۔ تو تیرہ چودہ سال بعد دوسری دختر سے عقد ہونا اور اتنے عرصہ تک اس گھر میں بیٹھا رہنا کسی صاحب عقل کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حیاۃ القلوب کے اس باب میں غور و فکر اور تحقیق کے بغیر سنی سنائی روایات درج کر دی گئی ہیں۔ اگر اس کتاب کے صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۲۲ مطبوعہ نولکشور لکھنو کا مکمل مطالعہ کیا جائے تو یہ سب تفصیلات نظر آ جائیں گی اور یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ مؤلف کو جو روایات جس گھر سے ملتی رہیں وہ جمع کرتے رہے اس میں ان کی رائے یا عقیدہ کا تعلق نہیں ہے ان کا عقیدہ تو خصوصاً حضرت عثمان کے متعلق وہ ہے جسے ہم نقل کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ ان روایات کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ ناقد بصیر کا کام ہے۔ رہا یہ کہ اس مسئلہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ اور عقیدہ کیا تھا۔ وہ ہم سابق میں ان کی معتبر ترین کتاب مراۃ العقول سے بیان کر چکے ہیں۔ جو لوگ دو تین منقول روایات مندرجہ کے باوجود آنکھیں

بند کر کے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ جلاء العیون میں چار بیٹیاں ہیں ۔ علامہ مجلسیؒ کا یہ عقیدہ ہے انہیں چاہیئے کہ مراۃ العقول میں علامہ مجلسیؒ کا عقیدہ اور آخری فیصلہ پڑھ کر اپنی عقلوں کا علاج کریں ۔

ناسخ التواریخ اور بنات رسولؐ :- کہا جاتا ہے کہ ناسخ التواریخ میں بھی حضورؐ کی چار دختران تحریر کی گئی ہیں ۔

جواب :- ناسخ التواریخ کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں ۔ مؤلف نے خود تحریر کر دیا ہے کہ انہوں نے بیشتر روایات کتب اہلسنت سے اخذ کر کے اس میں درج کی ہیں ۔ خصوصاً طبری سے ۔ ظاہر ہے کہ کتب اہلسنت میں اموی دور سے حضورؐ کی دختران کی سرکاری تعداد چار ہے ۔ زینب ۔ رقیہ ۔ ام کلثوم اور فاطمہ زہرا علیہا السلام ۔ لہٰذا مؤلف ناسخ التواریخ نے کتب اہل سنت میں جو تعداد پائی وہ درج کر دی ہے ۔

نہج البلاغہ میں دامادی عثمان کا ذکر : کہا جاتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ان الفاظ میں حضرت عثمان کو داماد رسول فرمایا ہے ۔

جیسا کہ نہج البلاغہ میں درج ہے ۔

وَنِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَالَمْ یَنَالَا — تم ان کی دامادی سے وہاں پہنچے جہاں وہ دونوں ابوبکر و عمر نہیں پہنچتے تھے ۔

جواب :- یہ خطبہ اس وقت فرمایا جب کوفہ و بصرہ و مصر کے آئے ہوئے وفود نے بار بار حضرت عثمان سے احتجاج کے بعد اور مروان بن حکم کے بارے میں حضرت عثمان کے وعدوں اور وعدہ خلافیوں سے تنگ آکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنا سفیر بنا کر اتمام حجت کے لئے حضرت عثمان کے پاس بھیجا ہے ۔ چنانچہ آپ نے

عثمان کے پاس جا کر ان کا پیغام ان الفاظ میں پہنچایا ہے۔
الناس من ورائی وقد استسفرونی لوگ میرے پیچھے ہیں اور انہوں نے مجھے اپنا سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی وہ یہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ کا کلام نہیں بلکہ ان لوگوں کا پیغام تھا جسے آپ نے عثمان کے سامنے نقل فرمایا ہے اس لئے اس کلام کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔
اگر یہ کہا جائے کہ اگر اس کی کوئی اصلیت نہ تھی تو ان لوگوں نے انہیں داماد کیوں کہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ آنحضرتؐ کی پروردہ لڑکیاں ان کے گھر آئیں اس لئے انہوں نے اپنا مقصد ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ شیخین کے زمانہ میں بھی اس قدر زیادتیاں نہیں ہوئیں جیسی تمہارے دور میں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ نلت من صهره ما لم ینالا تم نے آنحضرتؐ کی ایک قسم کی دامادی بھی حاصل کی جو وہ دونوں حاصل نہ کر سکے تھے۔
یعنی تمہیں ان کی بہ نسبت آنحضرتؐ سے زیادہ قرب حاصل ہوا ہے پھر بھی تمہارا یہ حال ہے ورنہ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت عثمان کو وہ امام داماد رسول کہتا جو بار بار اپنی وحید و فرید دامادی رسول کا اعلان کرتا رہا ہے جیسا کہ گذشتہ آپ کے اشعار اور ان تقریروں سے واضح ہے جو آپ خلفاء ثلاثہ و دیگر اصحاب کے روبرو کرتے رہے ہیں بلکہ حضرت عمر خود غبطہ کرتے رہے ہیں کہ جو دامادی علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہوئی وہ انہیں نصیب نہ ہو سکی۔
خود حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں میرے کچھ مخصوص نام ہیں جو شخص یہ نام رکھے گا وہ حق سے دور ہو جائے گا۔
ان میں سے ایک نام صہر نبی ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے هو الذی خلق من الماء بشراً وہ خدا وہ ہے جس نے (پاکیزہ) پانی

فجعلہ نسباً و صہرا — سے ایک بشر کو خلق کیا پس اسے نسب بھی قرار دیا اور داماد بھی۔

فرماتے ہیں کہ میں ہی رسولؐ کا رشتہ دار اور میں ہی داماد رسولؐ ہوں (معانی الاخبار)

صاحب تفسیر توحید المجید نے ابن سیرین متوفی سنہ ۱۱۰ھ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضٰیؑ کی شان میں ہے۔

اگر نبیؐ دختر بہ عثمان داد
علیؑ دختر بہ عمر فرستاد

کہا جاتا ہے کہ علامہ نور اللہ شوستری نے یہ تحریر کر کے خود تسلیم کر لیا ہے اگر حضرت عثمان سے دختر رسولؐ کی شادی ہوئی تھی

جواب:۔ اس جملہ میں حرف شرط (ان) خود شاہد ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کے بعد لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بت کس نے توڑے ہیں۔ کیا آپ نے توڑے ہیں تو جواب دیا۔

بل فعلہ کبیرہم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون — بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔ ان سے سوال کر لو اگر یہ بولتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ وہ نہیں بول سکتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جواب میں یہ فعل ایک امر محال پر معلق کر دیا ہے۔

اسی طرح علامہ نور اللہ شوستری نے ان لوگوں کو جواب دیا ہے جن کا خیال تھا کہ معاذ اللہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی دختر ام کلثوم کا عقد حضرت عمر سے کر دیا تھا اور فرمایا کہ اگر رسولؐ نے اپنی دختر عثمان کو دی ہے تو علیؑ نے بھی اپنی دختر عمر کے پاس بھیجی ہے یعنی نہ وہ صحیح تھا اور نہ یہ درست ہے۔

ساتھ ہی ساتھ آپ نے اس جواب سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی عظمت ظاہر فرمائی ہے کہ ان کی شان بالکل ویسی ہی ہے جیسی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیسی ان کی عزت ہے ویسی ان کی عزت ہے۔ جیسے نبی کی دختر کا عقد غیر کفو سے نہیں ہو سکتا اسی طرح علی کی دختر کا عقد غیر کفو سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ نے دختر فرمایا ہے دو دختر یا دختران نہیں فرمایا۔ حالانکہ حضرت عثمان سے دو لڑکیوں کا عقد ہوا تھا۔

ایک عبرت ناک واقعہ کی طرف اشارہ :-

علامہ نور اللہ شوستری نے جس طرح یہ فرمایا تھا کہ اگر نبی دختر بہ عثمان داد۔ اس کی جزا میں یہ نہیں فرمایا کہ علی دختر بہ عمر داد۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ علی دختر بہ عمر فرستاد۔ داد اور فرستاد میں لفظی فرق کے علاوہ اس سے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

وہ یہ کہ جب حضرت عمر نے ام کلثوم سے عقد کا پیغام دیا تو حضرت علی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

انہا لصغیرۃ وہ کمسن ہے۔

یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن عباس کے ذریعہ پیغام دیا گیا کہ اگر وہ یہ دختر نہ دیں گے تو وہ ان کا گھر جلا دیں گے اور ان پر ایسی تہمت لگائیں گے کہ وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اس کے بعد آپ نے یہ کہہ کر دختر کو عمر کے پاس بھیج دیا کہ اس سے دریافت کرلو۔ اگر وہ خود راضی ہو۔ جب وہ لڑکی گئی تو عمر نے اس کی پنڈلی پر ہاتھ پھیرا۔ اس پر دختر کو غصہ آگیا اور کہا اگر تو حاکم نہ ہوتا تو جواب دیتی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ طمانچہ مار دیا۔ (اصابہ جلد ۴ صہ ۴۹۲ طبع مصر)

کس قدر افسوس ہے کہ ایسے حیا سوز اور شرمناک واقعہ کو ام کلثوم کے عقد

کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں حضرت علی سے زیادہ حضرت عمر کی توہین کی گئی ہے اور جب ان دونوں کی عزت ہی ختم ہو جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ وہ پابند شریعت نہ تھے تو خلافت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

(۱) حضرت عمر کے پیغام کے جواب میں حضرت علیؑ کا یہ جواب کہ وہ کمسن ہے صحیح تھا یا غلط اگر صحیح تھا یعنی وہ واقعتاً کمسن تھیں۔ تو کمسن لڑکی کو اپنے عقد کا اختیار ہی نہیں پھر انہیں عمر کے پاس کیوں بھیجا گیا۔ اور اگر وہ بالغ تھیں تو آپؑ نے اسے صغیرہ کیوں کہا۔ نیز ایک بالغ لڑکی کو نامحرم کے پاس بھیجنا کب جائز ہے

(۲) حضرت عمر نے جب خاتون جنتؑ سے عقد کا پیغام دیا تھا تو حضورؐ نے یہ عذر کیا تھا کہ وہ کمسن ہیں۔ جس لڑکی کی ماں کمسنی کی وجہ سے عقد میں نہ آسکے وہ کیونکر عقد میں آسکتی ہے

(۳) اگر واقعتاً حضرت عمر نے یہ دھمکی دی ہے کہ وہ علی مرتضیٰؑ کا گھر جلا دیں گے اور ان پر تہمت لگائیں گے پھر دختر کو گود میں بٹھاتا یا اس کی پنڈلی پر ہاتھ پھیرنا اگر درست ہے تو کیا اس کے بعد بھی وہ خلیفۂ رسولؐ کہے جا سکتے ہیں۔

حالانکہ یہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے یہ واقعہ اس ام کلثوم کا ہے —— جو اپنی ماں اسماء بنت عمیس کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰؑ کے گھر میں آئی اور یہاں پرورش پاتی رہی یعنی حضرت علی مرتضیٰؑ کی پروردہ تھی یہی وہ ام کلثوم ہے جس نے اپنے فرزند زید کے ساتھ ایک ہی دن انتقال کیا اور ایک ہی دن نماز جنازہ کے بعد دفن کی گئیں۔ حضرت علی مرتضیٰؑ فرمایا کرتے تھے کہ میری لڑکیاں جعفر طیار کے لڑکوں کے لئے ہیں۔ (اصابہ جلد ۴ صہ ۴۹۲ طبع مصر)

حضرت جعفر طیار کے شہادت کی خبر پاتے ہی جب آنحضرتؐ ان کے گھر تشریف لے گئے تو جعفر طیار کے بچوں کو گود میں لے کر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا علی مرتضیٰؑ کی لڑکیاں جعفر طیار کے لڑکوں کے لئے ہیں امیر المومنین علیہ السلام نے اسی وصیت پر عمل فرمایا اور حضرت زینب کا عقد عبد اللہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد محمد بن جعفر سے کر دیا (حیوۃ القلوب)

ام کلثوم بنت علیؑ کا عقد عون بن جعفر سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد محمد بن جعفر سے ہوا اور میدان کربلا میں موجود تھیں (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۲ طبع مصر)

علامہ نور اللہ شوستری نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جیسے وہ دختر رسولؐ صلبی نہیں بلکہ آپ کی پروردہ تھی اسی طرح یہ دختر علیؑ ان کی صلبی نہیں بلکہ ان کی پروردہ تھی جو اس کا حال ہے وہی اس کا حال ہے اگر وہ لڑکی رسولؐ اسلام نے عثمان کو دیدی تو یہ لڑکی امیر المومنینؑ نے عمر کے پاس بھیج دی عقد ام کلثوم کا مسئلہ اس قابل ہے کہ اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا جائے اگر زندگی نے مہلت دی انشاء اللہ وہ بھی منظر عام پر آجائے گا۔

قرآن مقدس میں بنات رسولؐ کی حقیقت

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر حضور نبی اکرمؐ کی چار بنات نہ تھیں تو قرآن مجید میں خداوند عالم نے یہ حکم کیوں دیا ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک و بناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن اے رسول اپنی بیبیوں اور لڑکیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرما دیں کہ چادریں اوڑھ لیا کریں۔

حالانکہ زبان عرب میں ایک لڑکی کو بنت اور کم سے کم تین لڑکیوں کو بنات کہا جاتا ہے اس آیت میں بنات کو رسولؐ اسلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حامیان بنات رسولؐ اس آیت کو اہم ترین دلیل قرار دیتے ہیں اگر عوام اس آیت کو دلیل میں پیش کریں تو تعجب نہیں مگر تعجب ان اہل علم پر ہے جنہیں یہ خبر نہیں کہ نزول آیت کے وقت وہ بنات موجود بھی تھیں جنہیں اس آیت میں داخل کیا جا رہا ہے یا نہیں۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت ۵ھ میں نازل ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو (تفسیر زاہدی، تفسیر مدارک۔ مدارج النبوۃ دفتر اول، روضۃ الاحباب، تاریخ طبری وغیرہ)

اور رقیہ نے ۲ھ میں انتقال کیا اور زینب نے ۸ھ میں وفات پائی اور ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال کیا۔ آیۂ حجاب ان تینوں لڑکیوں کی رحلت کے بعد نازل ہوئی ہے اس کے باوجود ان لڑکیوں کو اس آیت میں داخل کرنا کس قدر اصول اور دیانت کے خلاف ہے۔

بلکہ جب ہم کہتے ہیں کہ پیش کردہ بنات رسولؐ آیہ تطہیر میں کیوں داخل نہیں ہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ آیت ۵ھ میں نازل ہوئی ہے اور وہ تینوں لڑکیاں اس سے قبل انتقال کر چکی تھیں انہیں معلوم نہیں کہ آیہ حجاب آیہ تطہیر کے بعد ۹ھ میں نازل ہوئی ہے جب وہ بنات آیہ تطہیر کے وقت موجود نہ تھیں، تو آیۂ حجاب کے نزول کے وقت کیونکر موجود ہو سکتی تھیں۔

لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ پیش کردہ بنات کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب نزول آیت کے وقت حضورؐ کی ایک ہی دختر نیک اختر موجود تھی تو پھر اس آیۃ میں لفظ بنت ہونا چاہئے تھا لفظ بنات کیوں استعمال کیا گیا ہے۔

جواب نمبرا۔ احترام بتول: یہ دستور ہر زبان میں ہے کہ جب کسی کا احترام مقصود ہو تو اگر چہ وہ ایک ہو اس کے لئے صیغہ جمع استعمال کیا جاتا ہے جیسے زبان اردو میں ایک مخاطب کے لئے "تو" اور بہت سوں کے لئے "تم" وضع کیا گیا ہے مگر احترام کے لئے ایک کو تم یا آپ سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پنجابی میں ایک مخاطب کے لئے "توں" اور بہت سوں کے لئے "تساں یا تسیں" وضع کیا گیا ہے مگر احترام کے لئے ایک مخاطب کو "تساں یا تسیں" کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے اسی طرح زبان پشتو میں ایک مخاطب کے لئے "‌تہ" اور بہت سوں کے لئے "تاسو" وضع کیا گیا ہے مگر اکثر ایک شخص کو احترام کے لئے "تاسو" کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے اسی طرح زبان فارسی میں ایک کے لئے "تو" اور بہت سوں کے لئے "شما" وضع کیا گیا ہے مگر اکثر احترام کے لئے ایک شخص کو شما کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے۔ زبان عرب میں بھی ایسا ہی دستور ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ انا اعطینک الکوثر — ہم نے آپ کو کثیر اولاد عطا کی۔

۲۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر — ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔

۳۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

۴۔ انا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ما — ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندہ کریں گے

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ — اور ہم ہی ان کے اعمال اور آثار لکھتے ہیں اور لکھیں گے اور ہم نے ہر شے گن کے جمع کردی امام مبین میں۔

ان سب آیتوں میں خداوند عالم نے اپنے لئے صیغہ جمع استعمال کیا ہے حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اصول کے لحاظ سے۔

آیۃ ۱ میں اعطیناک کی بجائے اعطیتک ہونا چاہیئے اور آیۃ ۲ میں انزلناہ کی بجائے انزلتہ ہونا چاہیئے تھا اور آیۃ ۳ میں انا نحن کے بجائے انی اور نزلنا کے بجائے نزلت اور پھر انا کے بجائے انی لحافظون کی بجائے لحافظ ہونا چاہیئے تھا اور آیۃ ۴ میں انا نحن نحیی کے بجائے انا احیی اور نکتب کے بجائے اکتب اور احصیناہ کے بجائے احصیتہ ہونا چاہیئے رب العزت نے ان آیات میں اپنے لئے واحد کے بجائے جمع کا صیغہ اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے حالانکہ وہ صرف واحد نہیں بلکہ احد ہے اس کے لئے صیغہ جمع کا استعمال اس کی وحدانیت کے بظاہر منافی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے لئے صیغہ جمع استعمال کیا ہے مگر کسی مخلوق کے لئے استعمال نہیں فرمایا اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ملاحظہ ہو۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ — بس تمہارا ولی صرف خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے نماز قائم کرتے اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اس آیت میں الذین ۔ آمنوا ۔ یقیمون ۔ یؤتون ۔ ھم ۔ راکعون ۔ چھ جگہ جمع کے صیغے اور ضمیریں استعمال کی گئی ہیں حالانکہ مراد صرف علی مرتضیٰ ؑ ہیں (ملاحظہ ہوں تفاسیر اہل اسلام) کیا اس کے بعد بھی تعجب ہو سکتا ہے کہ انہی کی زوجہ کے لئے جو وحیدہ فریدہ دختر رسول بقول مخصیں ۔ ان کے لئے احتراماً لفظ بنات یعنی جمع استعمال کیا گیا ہو جس کی تعظیم کے لئے خود رسول اسلام کھڑے ہو جایا کرتے تھے ۔ ظاہر ہے کہ رسول اسلام کا کوئی قول اور کوئی فعل امر خداوندی کے بغیر نہیں ہو سکتا اپنی دختر کی تعظیم بھی امر خداوندی سے فرماتے تھے جس کے حکم سے وہ تعظیم فرماتے تھے

اگر اس نے ان کے احترام میں بنت کی بجائے بنات نازل فرما دیا ہے تو کیا تعجب ہے

جواب ۱۲ محرمات ابدی میں بنات کا ذکر :-

حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم (مسلمانو حسب ذیل) عورتیں تم پر حرام کی گئیں تمہاری
واخواتکم وعماتکم و مائیں (دادی نانی وغیرہ سب) اور تمہاری بیٹیاں
خالاتکم وبنات الاخ و (پوتیاں نواسیاں وغیرہ) اور تمہاری بہنیں اور تمہاری
بنات الاخت وامہاتکم پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور
اللاتی ارضعنکم واخواتکم تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور
من الرضاعۃ وامہات تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں اور تمہاری
نسائکم وربائبکم اللاتی بیبیوں کی مائیں (ساس) اور وہ (مادر جلو)
فی حجورکم من نسائکم (لڑکیاں جو گویا) تمہاری گود میں پرورش پا چکی ہیں
اللاتی دخلتم بھن اور ان عورتوں (کے پیٹ) سے (پیدا ہوئی) ہیں
فان لم تکونوا دخلتم جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو ہاں اگر تم نے
بھن فلا جناح علیکم (صرف نکاح کیا ہو) ہمبستری نہ کی ہو تو البتہ ان
وحلائل ابنائکم مادر جلو لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں
الذین من اصلابکم اور تمہارے صلبی لڑکوں (پوتوں نواسوں وغیرہ) کی
وان تجمعوا بین الاختین بیبیاں (بہوئیں) اور دو بہنوں سے ایک ساتھ
الا ما قد سلف ان نکاح کرنا مگر جو ہو چکا (وہ معاف ہے) بیشک
اللہ کان غفورا رحیما خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور شوہر دار عورتیں
والمحصنات من النساء مگر وہ عورتیں جو (جہاد میں کفار سے) تمہارے
الا ما ملکت ایمانکم قبضہ میں آجائیں (حرام نہیں) (یہ) خدا کا تحریری

کتاب اللہ علیکم و احل لکم (حکم دے جو تم پر فرض کیا گیا) ہے اور ان
ماوراء ذالکم پ ۵ ع ۱ (عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں) (ترجمان
دمسلمانو) حرام ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں
اور بھانجیاں اور وہ عورتیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ بہنیں اور جورؤں کی مائیں (ساسیں
خوشدامنیں) اور جورؤں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن سے تم صحبت کر چکے لیکن اگر تم
نے ان سے صحبت نہیں کی تو کچھ گناہ نہیں تم پر (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) اور تمہارے نطفے
سے جو بیٹے ہیں ان کی بیبیاں (نہ لے پالک کی بی بی کہ وہ حلال ہے) اور دو بہنوں کا اکٹھا
کرنا (نکاح میں) مگر جو گذر چکا (اس کا گناہ اب تم پر نہیں) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور
(حرام ہیں تم پر) خاوند والی عورتیں مگر جن کے تم مالک ہو جاؤ یہ حکم ہے اللہ کا تم کو ان کے
سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں (وحید الزمان طبع گیلانی پریس لاہور)

ان آیات میں حرام عورتوں کی سر فہرست مائیں اور بیٹیاں ہیں اس کے بعد بہنوں بھانجیوں،
بھتیجیوں، پھوپھیوں، خالاؤں، خوشدامنوں، ماور جلو لڑکیوں، دودھ پلانے والی ماؤں اور
دودھ شریک بہنوں، بہوؤں اور دو بہنوں سے اکٹھا نکاح اور خاوند والی عورتوں کی حرمت کا ذکر ہے
اور آخر میں یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ ان کے سوا سب عورتیں حلال ہیں ان سے نکاح کر سکتے ہیں مگر اسی
فہرست میں نہ نانیوں کا ذکر ہے نہ دادیوں کا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ حلال ہیں۔ یہی جواب دیا
جائے گا کہ ماؤں میں نانیاں بھی داخل ہیں اور دادیاں بھی۔ اسی طرح اس فہرست میں نہ پوتیوں کا ذکر ہے
نہ نواسیوں کا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ حلال ہیں یہی جواب دیا جائیگا کہ پوتیاں نواسیاں بنات میں شامل ہیں
لہذا اس کے بعد کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ آیہ حجاب میں لفظ بنات سے مراد رسول
اسلام کی تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم۔ ایک حضور کی
دختر ہے اور دو نواسیاں ہیں۔ ایک صاحب عقل و شعور کے سمجھنے کے لئے اس قدر کافی تھا
مگر اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو آیہ مباہلہ کیسے یاد نہیں ہے۔

جواب ۳۔ آیہ مباہلہ میں ابناء رسول :- فقل تعالوا ندع ابناءنا

ابناءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کہدے آو ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی ذاتوں سے شریک ہوں تم اپنی ذاتوں سے پھر خدا کے سامنے گڑگڑائیں (روئیں اور عاجزی سے دعا کریں) اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں (وحید الزمان) طبع گیلانی پریس۔ لاہور۔

تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو اور اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں (مولانا فرمان علی)

تفاسیر اہلسنت ہوں یا کتب حدیث سب میں درج ہے کہ آنحضرت ابناءنا بیٹوں کی جگہ حضرت حسن و حسین اور نساء کی جگہ حضرت فاطمہ زہرا کو اور انفس کی جگہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو لے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو (صحیح مسلم باب التفسیر)

ظاہر ہے کہ رسول اسلام کا کوئی فعل منشاء قدرت کے سوا نہیں ہو سکتا۔ قدرت کا منشا یہی تھا کہ ابناء کی جگہ حسن و حسین کو اور نساء کی جگہ فاطمہ زہرا کو انفس کی جگہ علی مرتضیٰ کو لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے میدان میں جانے کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا

اللھم ھولاء اھل بیتی خداوندا یہی میرے اہلبیت ہیں۔

جب حضور ابناء کی جگہ امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو لے گئے اور یہی منشاء الٰہی تھا تو کیا یہ دونوں رسول کے فرزند تھے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ آپکی دختر کے فرزند اور آپ کے نواسے تھے مگر خداوند عالم نے انہیں ابناء رسول فرمایا ہے جب حضور کے یہ دونوں نواسے زبان وحی میں ابناء رسول قرار پائے تو ان کی حقیقی بیٹیاں زینب ام کلثوم بنات رسول ہوئیں یا نہیں۔ یہ ہیں وہ بنات رسول جن کیلئے قدرت نے فرمایا ہے یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین

اے رسول اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرمادیں کہ چادریں اوڑھ لیا کریں۔

ظاہر ہے کہ نزول آیت کے وقت آنحضرت کی ازواج بھی موجود تھیں اور یہ بنات بھی اور نساء مومنین بھی۔ اس کے بعد کس قدر بے عقلی اور نا سمجھی ہے کہ اس آیت میں ان لڑکیوں کو شامل کیا جائے جو اس آیت کے نزول سے قبل رحلت کر چکی تھیں ایسے ضد کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ عصمنا اللہ من ذالک

اس کے بعد شیعوں کی جس کتاب کا حوالہ دے کر بنات رسول کے نام پیش کیے جائیں گے اس کا جواب یہی ہوگا کہ اس کی ذمہ داری ان مورخین پر نہیں بلکہ ان ظالم حکومتوں پر ہے جنہوں نے انہیں مجبور کر کے اپنی مرضی کا پابند کر دیا تھا اور بعد میں آنے والے مورخین میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے اہمیت نہ دی اور سرسری طور پر ذکر سے کام لیا نقل در نقل کرتے چلے آئے اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ رشتوں ناتوں سے نہ خلافت مل سکتی ہے اور نہ نجات اخروی حاصل ہو سکتی ہے۔ ابھی چند سال کی بات ہے کہ صدر ایوب خان نے اپنی سوانح حیات تیار کرائی تھی اور اسے اردو و انگریزی میں بڑی دھوم دھام سے شائع کرایا تھا اور تعمیر پاکستان کے روز اول سے اپنے عہد تک جو کارنامے گزشتہ دور میں جس جس نے انجام دیئے تھے وہ سب انہوں نے اپنے کارناموں کی فہرست میں درج کرا دیئے۔ آخر صاحبان علم و عقل و فہم موجود تھے مگر اپنی جگہ سر پیٹ کر رہ گئے یہ کوئی نہ کر سکا کہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا یا اس کی تردید کرتا۔ وہ ماضی میں ارباب اقتدار اپنے ذاتی اغراض کے ماتحت کیا عرض کیا جائے کہ کیا کیا کرتے رہے لیکن اگر قدرت خود دین حق کی محافظ نہ ہوتی تو آج صحیح اسلام کا نام و نشان نہ تھا اگر تاریخ میں یہ الٹ پھیر کیا جاتا تو آج اسلام کے تہتر فرقے کیوں ہوتے۔ اس قدغن کے باوجود ایسے باہمت اور سچے لوگ بھی تھے جو بنات رسول کے مسئلے میں پردے چاک کرتے رہے آخر انہیں جمع کرنے کے بعد حقیقت کھل کر سامنے آ گئی اور اہلسنت کے مندرجہ ذیل علماء نے بنات رسول کے خلاف اعلان کر ہی دیا جیسا کہ ہماری مندرجہ فہرست میں علماء اہلسنت کی تحریریں اس پر شاہد ہیں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد حضرت امیر المومنین ؑ کا اعلان، خود حضرت عمر کا اقرار اس کے بعد حسان بن ثابت اور امام شافعی کا اعلان اس کے خلاف ہے

خلاصۂ کلام :- اس رسالہ میں مندرجہ آیات قرآن اور متعدد احادیث رسول میں سے چند احادیث رسول جن کا خصوصی تعلق خاتون کی وحدت سے ہے۔ قائلین بنات بھی ان خصوصیات میں کسی کو ان کا سہیم شریک تسلیم نہیں کرتے ان کے علاوہ جو علماء شیعہ اور علماء اہل سنت ہر سہ بنات کے بنات رسول ہونے کے قائل ہیں ان میں سے جو چند حوالے درج کیے گئے ہیں ان پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈال کر یہ دعویٰ چھوڑ دیں کہ ہر سہ بنات کا دختران رسول ہونا ثابت ہے ان علماء شیعہ اور علمائے اہلسنت کی فہرست درج ذیل ہے۔

علماء شیعہ :- (۱) مناقب آل ابی طالب۔ علامہ شہر آشوب علیہ الرحمۃ (۲) مراۃ العقول، حیات القلوب، تذکرۃ الائمہ۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ (۳) احقاق الحق۔ علامہ نور اللہ شوستری (۴) انوار نعمانیہ۔ علامہ نعمۃ اللہ

جزائری (۵) فروع کافی ۔ علامہ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ (۶) اعلام الوری ۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ (۷) کامل بہائی ۔ علامہ سید حسن بن علی علیہ الرحمۃ (۸) تذکرۃ الائمہ ۔ علامہ حلی علیہ الرحمۃ (۹) تحفہ احمدیہ علامہ سید ابوالحسن مجتہد (۱۰) حاشیہ زاد المعاد ۔ سید العلماء علیہ الرحمۃ (۱۱) تحفۃ العوام ۔ علامہ سید علی حائری علیہ الرحمۃ (۱۲) کتاب انوار و بدیع مجددیہ بحوالہ مناقب علامہ شہر آشوب (۱۳) نور الاخبار مولانا مرزا علی نقی صاحب (۱۴) تحفۃ الانساب ۔ مولانا سید محمد نوگانوی (۱۵) مجمع البحرین ۔ فخر الدین طریحی (۱۶) اعمال صالحین ۔ مولانا سید محمد مصطفےٰ علیہ ۔ سید العلماء سید حسین بن غفران مآب علیہ الرحمۃ (۱۷) مخطوطہ ۔ مولانا سید محمد نقی صاحب قبلہ مجتہد (۱۸) منہاج الفاضلین (۱۹) شجرۂ سادات (۲۰) جان شیبان المحکوم

علماء اہل سنت

(۱) سیرۃ النبویہ حاشیہ زاد المعاد ۔ ابن ہشام (۲) حبیب السیر غیاث الدین (۳) تاریخ خمیس ۔ دیار بکری (۴) تاریخ الخلفاء ۔ علامہ جلال الدین سیوطی (۵) صواعق محرقہ ۔ علامہ ابن حجر مکی (۶) ینابیع المودۃ ۔ علامہ شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی (۷) شرح نہج البلاغہ ۔ ابن ابی الحدید معتزلی (۸) وسیلۃ النجات ۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی (۹) مکتوبات ۔ مجدد سرہندی (۱۰) حاشیہ سنن ابوداؤد مولانا محمد حیات سنبھلی (۱۱) حاشیہ نہج البلاغہ طبع لاہور ۔ رئیس احمد جعفری (۱۲) سید و سادات ۔ محمود احمد عباسی کراچی (۱۳) احسن الانتخاب ۔ شاہ علی احمد کاکوروی (۱۴) ذخائر العقبیٰ ۔ محب الدین احمد عبد الطبری ۔ (۱۵) السر المختوم فی عقد ام کلثوم ۔ محمد انشاء اللہ صدیقی (۱۶) نور الاخبار فی تاریخ النبی و آلہ الاخیار ۔ ابومخنف لوط بن یحییٰ (۱۷) برہان قاطع ۔ حضرت عمر کا اعتراف (۱۸) صواعق محرقہ ۔ حضرت علی کا اعلان دامادی (۱۹) کنز العمال ۔ نفائس المفن ۔ حضرت علی کے اعلان دامادی پر معاویہ کی خاموشی (۲۰) تفسیر در منثور سیوطی فدک صرف خاتون جنت کے نام (۲۱) رویائے صادقہ ۔ حافظ خان بہادر نذیر احمد قضیہ فدک کا اقرار (۲۲) حسان بن ثابت کا اعتراف (۲۳) امام شافعی کا اعتراف (۲۴) غیر مسلمین کی گواہی اپالوجی فار بیڈ (۲۵) ینابیع المودت یہودی کی گواہی اپنی کتاب سے (۲۶) گریا لوی کی پیشین گوئی ۔ وما علینا الا البلاغ

مجھے امید ہے کہ اس مختصر کے مطالعہ کے بعد برادران اسلام اس بے بنیاد مسئلہ کی آڑ لے کر تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں گے اور قرآنی معیاران اکرمکم عند اللہ اتقاکم ہی کو مشعل راہ قرار دیتے رہیں گے

مرزا یوسف حسین عفی عنہ
(حیدری پریس لاہور)